

مسلمانوں کی موجودہ

پتی کا عدال

تجویز فرمودہ

حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب قبر سرڑہ



حضرت مولانا محمد افغان الحنفی صاحب کاظمی علمی



کتبے خانہ فیضی لاهور

پاکستان

نوت: یہ کتاب محدود تعداد میں چھپتی ہے اس لئے بذریعہ اک پارلیامنٹ آرجنگن کو شہری نجی باہی۔

اطمارِ حقیقت

نَحْمَدُهُ وَنَصَّلٰی عَلٰی رَسُولِهِ الْکَرِیمِ

سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا زَبِيدَةُ الْفَضْلَاءُ قُدُّوسُ الْعُلَمَاءِ حَضْرَتُ مُولَانَّا مُحَمَّدَ الْيَاسِ صَاحِبِ الْمَجْدِ
کے خاص شفاف اور انہماک اور دیگر بزرگان ملت اور علماء امت کی توجہ اور برکت اور عملی
چیزوں جبکہ سے ایک عرصہ سے مخصوص انداز میں تبلیغ دین اور اشاعت اسلام کا سلسلہ جاری
ہے جس سے باخبر طبقہ نجومی واقف ہے۔

محبے علم اور سیاہ کار کو ان مقدس ہستیوں کا حکم ہوا کہ اس طرزِ تبلیغ اور اس کی ضرورت
اور اہمیت کو قلمبند کیا جائے تاکہ سمجھنے اور سمجھانے میں آسانی ہو اور فتح عالم ہو جائے۔

تعیینِ ارشاد میں یہ چند کلمات نذرِ قرطاس کئے جاتے ہیں جو ان مقدس ہستیوں کے
دریائے علوم و معارف کے چند قطرے اور اس بغیچہ دینِ محمدی کے چند خوشے ہیں جو انتہائی
اعجلت میں جمع کئے گئے ہیں۔ اگر ان میں کوئی غلطی یا کوتاہی نظر سے گذے تو میری لغزشِ قلم
اور بے علمی کا نتیجہ ہے۔ نظر لطف و کرم سے اس کی اصلاح فرمادیں تو موجہ کرو منت ہو گا۔

حق تعالیٰ اشاؤ اپنے فضل و کرم سے میری بد اعمالیوں اور سیکاریوں کی پرده پوشی
فرمادیں اور مجھے اور آپ کو ان مقدس ہستیوں کے طفیل سے اچھے اعمال اور اچھے کرد انصیب
فرمادیں اور اپنی رضا و محبت اور اپنے پسندیدہ دین کی اشاعت اور اپنے برگزیدہ رسول کی اطاعت
اور فرمادیں برداری کی دولت سے سرفراز فرمادیں۔

خاکپائے بزرگان

مدد کا شف العلوم

بنتی حضرت نظام الدین اولیاءِ دہلی

محمد احتشام الحسن

۱۳۵۸ء

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْأَوَّلِينَ
وَالآخِرِينَ خَاتَمِ الْأَنبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ مُحَمَّدٌ وَآلُهُ وَاصْحَابِهِ
الظَّيِّبِينَ الطَّاهِرِينَ۔

آج سے تقریباً ساڑھے تیرہ سو سال قبل جب دُنیا کفر و ضلالت، بُجھالت و
سُفما پست کی تاریکیوں میں گھری ہوئی تھی۔ بُطھا کی سنگ لاخ پہاڑیوں سے مرشد و
ہدایت کا مامہتاب نکودار ہوا اور مشرق و مغرب، شمال و جنوب عرض دُنیا کے ہر
ہر گوشہ کو اپنے ٹوڑ سے منور کیا اور ۲۳ سال کے قلیل عرصہ میں بھی نوع انسان کو اس
معراجِ ترقی پر پہنچا کیا کہ تاریخِ عالم اس کی نظر پر کش کرنے سے قاصر ہے اور مرشد و
ہدایت، صلاح و فلاح کی وہ مشعل مسلمانوں کے ہاتھ میں دی جس کی روشنی میں ہمیشہ
شاہراہ ترقی پر گام زن رہے اور صدیوں اس شان و شوکت سے دنیا پر حکومت کی کر
سر مختلف قوت کو ٹکرائیں پاش پاش ہونا پڑا یہ ایک حقیقت ہے جو ناقابلِ انکار ہے
لیکن پھر بھی ایک پاریہ داستان ہے جس کا بار بار دُہرنا، نہ تائی بخش ہے اور نہ کار آمد اور
مفید، جب کہ موجودہ مُثنا بُرات اور واقعات خود ہماری سابقہ زندگی اور ہمارے اسلاف
کے کارناموں پر بد نحاذ اغ نگار ہے ہیں۔

مسلمانوں کی تیرہ سو سالہ زندگی کو جب تاریخ کے اوراق میں دیکھا جاتا ہے تو
معلوم ہوتا ہے کہ ہم عزت و غنیمت، شان و شوکت، دبر و حشمت کے تنہا مالک
اور اجارہ دار ہیں لیکن جب ان اوراق سے نظر پہنچا کر موجودہ حالات کا مُثنا بُردہ کیا جاتا
ہے تو ہم انتہائی ذلت و خواری، افلas و ناداری میں مُبتلا نظر آتے ہیں، نہ زور و قوت
ہے، نہ زر و دولت ہے، نہ شان و شوکت ہے، نہ باہمی اخوت و اُفت، نہ عادات
اچھی، نہ اخلاق اچھے، نہ اعمال اچھے نہ کردار اچھے، ہر بُرانی ہم میں موجود اور سبھی جانی
سے کو سوں دُور، اُغیار ہماری اس زبou حالی پر خوش ہیں اور بر بُلہ ہماری کمزوری کو

اچھا لاجاتا ہے اور ہمارا ملک اڑایا جاتا ہے۔ اسی پس نہیں بلکہ خود ہمارے چکر گوشے نئی تہذیب کے لدار نوجوان، اسلام کے مُقدَّس اصولوں کا نداق اڑاتے ہیں، بات بات پر تنقید نظردا تے ہیں اور اس شریعت مُقدَّسہ کو ناقابل عمل بغاوت سیکار گردانتے ہیں عقل حیران ہے کہ جس قوم نے دنیا کو سیراب کیا وہ آج کیوں نشنسے ہے؟ جس قوم نے دنیا کو تہذیب و تکمیل کا سبق پڑھایا وہ آج کیوں غیر مُہذب و غیر متمدن ہے؟ زبانی ان قوم نے آج سے بیت پیٹھے ہماری اس حالتِ زار کا اندازہ لگایا اور مختلف طریقوں پر بھائی اصلاح کے لئے چڑھ دیجہ کی مگر حیر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوائی

آج جب کر حالت بد سے بذریعہ بھی اور آنے والا زمانہ سابق سے بھی زیادہ پڑھنا اور تاریک نظر آ رہا ہے، ہمارا خاموش بھیجا اور عملی چد و چہد نہ کرنا ایک ناقابل ملائی جرم ہے لیکن اس سے پہلے کہ ہم کوئی عملی قدم اٹھایا میں، ضروری ہے کہ ان اسباب پغور کریں جن کے باعث ہم اس ذلت و خوارگی کے عذاب میں بُتملا کتے گئے ہیں، ہماری اس لستی اور انجھطاٹ کے مختلف اسباب بیان کئے جاتے ہیں، اور ان کے ازالہ کی مُنتہہ و تداریخ اختیار کی گئیں لیکن ہنریز ناموفق دنام کا ثابت ہوئی جس کے باعث ہمارے رہبر بھی یاں دسراں میں گھرے ہوئے نظر آتے ہیں۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ اب تک ہمارے مرض کی تشخیص سی پورے طور پر ہیں ہوئی یہ جو کچھ اسباب بیان کئے جاتے ہیں اصل مرض نہیں بلکہ اس کے عواشر ہیں پس تو قیکاراً اصل مرض کی جانب توجہ نہ ہوگی اور اداۃ حقیقی کی صلاح نہ ہوگی، عوارض کی صلاح ناممکن اور محال ہے پس جب تک کہ اصل مرض کی شیکھ تشخیص اور اس کا صحیح علاج معلوم نہ کر لیں، ہمارا صلاح کے باسے میں لب کشائی کرنا سخت ترین غلطی ہے۔

ہمارا یہ دعویٰ کہ ہماری شریعت ایک مکمل قانونِ الہی ہے جو ہماری دینی اور دنیوی فلاح و ہبہور کا تأقیام قیامت ضامن ہے۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ ہم خود ہی اپنا مرض تشخیص کریں اور خود ہی اس کا علاج شروع کر دیں، بلکہ ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم قرآن حکیم سے اپنا اصل مرض معلوم کریں اور اسی مرکز روشن و مبدات سے طریق علاج معلوم کر کے اس پر کاربنڈ ہوں۔ جب قرآن حکیم قیامت تک کے لئے مُتکمل دُستورِ العمل ہے تو کوئی وجہ نہیں کروہ اس نازک حالت میں ہماری رہبری سے قاصر ہے۔ الیک ارض دسماء جل و علا کا سچا وعدہ ہے کہ روئے زمین کی بادشاہت و خلافتِ مومنوں کے لئے ہے۔

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ أَمْتَأْمِنُكُمْ وَعَلَوَ الصَّلْحَةَ
اللَّهُعَالِيَّ نَوَّدَهُ كِيَا ہے ان لوگوں سے جو تم

لِسْلَالِفَلْمَوْ فِي الْأَرْضِ (فوسع)

میں سے ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح
کئے کہ ان کو ضرورتی زمین کا غلیظ بنائے گا۔

اور یہی ایمان دلایا ہے کہ مون ہمیشہ کفار پر غالب ہیں گے اور کافروں کا کوئی یار و مددگار نہ ہو گا۔
وَلَقَلِمَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَّا أَدْبَارُ شَرٍ
اوْ أَكْرَمَتْ يَهُوَ كَافِرُهُ تَوْضُرُهُ مُطْبِحٌ مُصِيرٌ
لَا يَجِدُونَ وَلِيًّا وَلَا فِيهَا (فتح ۲۶)

او میتوں کی نصرت اور مد واللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے اور وہی ہمیشہ سر بلند اور سرفراز رہیں گے۔
وَكَانَ حَقَّا عَلَيْنَا أَنْصَارُ الْمُؤْمِنِينَ (الروم ۴۵)

اور حق ہے ہم پر مدد ایمان والوں کی۔
وَلَا هُنُّا لَا تَحْزِنُوا وَإِنَّمَّا الْأَعْذُونَ إِنَّ
أَوْرَمَتْ مَتْ بَارِ وَادِرَ سُجْنَ مَتْ كَرْ وَأَوْرَ

غَالِبٌ تَمْ هِيَ رَبُوْگَهُ أَكْرَمَ لَوْمَهُ مُوْمَنٌ بَهُ
كَلْمَوْ مُوْمِنِينَ ۵ (آل عمران ۱۳۲)

او اللہ تعالیٰ کی بے عزت اور اس کے رسول کی
وَلَلَّهِ الْعَزْلُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ (سنتون طہ)

او مسلمانوں کی

مذکورہ بالا شادات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی عزت، شان و شوکت میں
و سرفرازی اور سبیر ترمی و خوبی ان کی صفت ایمان کے ساتھ والبنت بے اگران کا تعلق خدا و رسول
کے ساتھ تسلیکیم ہے (جو ایمان کا مقصود ہے) تو سب کچھ انکا ہے اور اگر خدا خواستہ اس رابطہ تعلق میں
کی اور کمزوری پیدا ہو گئی ہے تو پھر سارے خسان اور ذات و خواری بے جیا کر واضح طور پر تبلداد گیا ہے۔

وَالْعَصْرِ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خَرْبٍ إِلَّا الَّذِينَ
قُمْ بَهْ زَانَهُ الْأَنْسَانَ بِهِ خَانَ بَهْ مِنْ بَهْ ۖ
أَمْنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَلَوْ أَصْوَى الْمَقْعَدَةَ
مَكْرُهُوْلُكَ ایمان لائے اور انہوں نے اجھے کام
وَتَوَاصَّلُ بِالْعَصَبَنَ ۵ (سورة عصر)

ربے او ایک دوسرے کو پاندھی کی فہاش کرتے رہے۔

ہمارے اسلام عزت کے منتها کو پہنچے ہوئے تھے اور ہم اپنی آئندگی میں مُبْتَدلا
ہیں لیس معلوم ہوا کہ وہ کمال ایمان میں تصرف تھا اور ہم اس نعمتِ عظمی سے محروم ہیں جیسا کہ مجہر
صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے۔

سَيَأْتِيَ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقَى مِنْ
الْإِسْلَامِ إِلَّا سُنَّةٌ وَلَا مِنَ الْقُرْآنِ
إِلَّا رَسُّمَةٌ ۚ (مشکوہ)

یعنی قریب ہی ایسا زمان آنے والا ہے

کہ اسلام کا صرف نام باقی رہ جاتے گا۔

اور قرآن کے صرف نقوش رہ جائیں گے۔

اب غور طلب امر ہے کہ اگر واقعی ہم اس حقیقی اسلام سے محروم ہو گئے جو خدا اور رسول کے سیماں طلب سے اور بھس کے ساتھ ہماری دین و دنیا کی فلاح و بہبود وابستہ ہے تو کیا ذریعہ ہے جس سے وہ کھوئی ہوئی نعمت و اپس آئے؟ اور وہ کیا اس باب میں جن کی وجہ سے روح اسلام کم سے نکال لی گئی اور تم جسم بے جان رہ گئے جب مصحف آسمانی کی تلاوت کی جاتی ہے اور "امتِ محمدیہ" کی فضیلت اور برتری کی علیت وغایہ ڈھونڈھی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس امت کو ایک اعلیٰ اور برتر کام پُرور کیا گیا تھا جس کی وجہ سے "خیر الامم" کا معزز خطاب اس کو عطا کیا گیا۔

دنیا کی پیدائش کا مقصود اصلی خدا وحدۃ لا شریک لَہ کی ذات و صفات کی حرفت ہے اور یہ اس وقت تک ناممکن ہے کہ جب تک بُنیٰ نوع انسان کو برآئیوں اور گندگیوں سے پاک کر کے بھلاکیوں اور خوبیوں کے ساتھ آراستہ رہ کیا جائے۔ اسی مقصود کے لئے تزاروں رسول اور بُنیٰ بھیجے چھے اور آخر میں اس مقصود کی تکمیل کے لئے نَبِيُّ الْأَمَمٰ وَ الْمُرْسَلِينَ كَوْمَبْعُوثَ فِرْمَيَا وَ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ أَنْهَيْتُ عَلَيْكُمْ نَعْرِيْتُ كَمْرَوْهَ سَنَانَا یا گیا۔

اب چون مجھے مقصود کی تکمیل ہو چکتی، ہر بھلانی اور بڑائی کو حکوم کھول کر زبان کر دیا گیا تھا، ایک مکمل نظام عمل دیا جا چکا تھا، اس لئے رسالت و ثبوت کے سلسلہ کو ختم کر دیا گیا اور جو کام پہلے ہی اور رسول سے لامحاتا تھا، وہ قیامت تک "امتِ محمدیہ" کے پُرور کر دیا گیا۔

کَنْتُ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجْتُ لِلثَّائِسِ
تَأْمُرُونَكَ بِالْمَعْرُوفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ
الْمُنْكَرِ وَ تَوْمَنُونَ بِإِلَهِكُمْ
(آل عمران۔ ۵۲)

وَ لَكُنْ مُنْكَرُ أُمَّةَ يَدْعُونَكَ
إِلَى الْخَيْرِ وَ يَأْمُرُونَكَ بِالْمَعْرُوفِ
وَ يَنْهَا نَهْنَهُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ أَوْلَئِكَ هُمُ
الْمُفَلِّحُونَ ۝ (آل عمران۔ ۵۱)

پہلی آیت میں "خیر امم" ہونے کی وجہ یہ بتائی کہ تم بھلانی کو پھیلاتے ہو اور بڑائی سے روکتے ہو، دوسری آیت میں خصر کے ساتھ فرمادیا کہ فلاح و بہبود صرف انہی لوگوں کے لئے ہے اس کام کو کرتے ہیں۔

ہے جو اس کام کو انجام دے رہے ہیں اسی پر اس نہیں بلکہ دوسرا جگہ صاف طور پر بیان کرو یا گیا کہ اس کام کو انجام نہ دینا لعنت اور پنچ کار کا موجب ہے۔

بُنِيَ إِسْرَائِيلَ مِنْ جُوْلُوكَ كَافِرُتْهُ انْ پِر
لَعْنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ

عَلَى إِسَانِ دَادَ وَعِيَّا إِبْرَاهِيمَ
مَوْيَعَهُ ذَلِكَ بِمَا عَصَنَا وَكَانُوا

بِعَتَدُونَ ۝ كَانُوا لَا يَتَاهُونَ
عَنْ مَنْكِي فَعَلَوْهُ ذَلِكَ مَا

كَانُوا يَفْعَلُونَ ۝

(اماۃ۔ ۱۱)

اس آخری آیت کی مزید وضاحت احادیث ذیل سے ہوتی ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت
ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اشاد فرمایا کہ تم سے پہلی امتوں میں جب کوئی خطا کرتا تو روکنے والا اس کو دھمکتا اور کہتا کہ خدا سے ڈر پھر اگھے سی دن اس کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا، کھاتا پیتا گویا کل اس کو گناہ کرتے ہوئے دیکھا ہی نہیں جب حق غرر و حل نے ان کا یہ تراوید دیکھا تو بعض کے قلوب کو بعض کے ساتھ خلط کر دیا اور ان کے شیخ داؤد اور عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی زبانی ان پر لعنت کی اور یہ اس لئے کہ انہوں نے خدا کی نافرمانی کی اور حد سے تجاوز کیا۔ قسم سے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے تم ضرور اچھی بالتوں کا حکم کرو اور بُری بالتوں سے منع کرو

۱ دُفِي السُّنْنِ وَالْمَنْدِ مِنْ
حَدِيثِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُسْعُودَ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِنَّمَا مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانَ إِذَا أَعْمَلَ
الْعَمَلَ دُفِيَّمُهُ بِالْخَطِيَّةِ جَاءَهُ إِنَّمَا
تَغْزِيُّهُ فَقَالَ يَا هَذَا إِنَّهُ اللَّهَ فَإِذَا
كَانَ مِنَ النَّفَّلَةِ جَائِهُ وَأَكَلَهُ وَ
شَارَبَهُ كَانَهُ نَعِيرَةً عَلَى خَطِيَّهِ
إِنَّمَا دُفِيَّهُ وَإِنَّهُ عَزَّ وَجَلَّ ذَلِكَ
مِنْهُمْ ضَرَبَ قُلُوبَ بَعْضِهِمْ عَلَى
بَعْضِهِنَّ لَعْنَهُمْ عَلَى إِسَانِ نَبِيِّهِمُ
دَاؤَدَ وَعِيَّا بْنَ مَوْيَعَهُ ذَلِكَ بِمَا
عَصَنَا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ وَأَنْذِي
نَفْسَ مُحَمَّدَ بِسَيِّدِهِ لَنَا مِنْ بِالْمَعْرُوفِ
وَلَنَنْهَا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلَنَتَخَذَنَ

عَلَى يَدِ السَّيِّدِ وَلَتَأْطُرُنَّ عَلَى
الْحَقِّ أَطْلَ أَوْ لِيَصِرِّبَ اللَّهَ قُلُوبَ
بِعِضِكُمْ عَلَى بَعْضٍ شَمَّ يَعْنَكُمْ
كَمَا لَعَنَنَّمُ.

(۲) رَوْيَ سَنْدَ إِلَيْ دَاؤِدَ وَابْنِ مَاجَةَ
عَنْ جَبَرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَمِعْتُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَقُولُ مَا مِنْ رَجُلٍ يَكُونُ فِي قَرْبٍ
يَعْتَدُ فِيهِ بِالْمُعَاصِي يَقْدِرُونَ
عَلَى أَنْ يَعْتَدُوا عَلَيْهِ وَلَا يَعْتَدُونَ
إِلَّا أَصَابَهُمُ اللَّهُ بِعَقَابٍ قَبْلَ أَذْيَمُوهُ

(۳) رَوْيَ الْأَصْبَهَانِيَّ عَنِ النَّبِيِّ
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ قَالَ لَا تَرْكَلُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
شَفَعَ مَنْ قَالَهَا وَتَرَدَّدَ عَنْهُمُ الْعَذَابُ
وَالْفَقْهَةَ مَا لَمْ يَتَخَفَّفْرَا بِحَقِّهَا
قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا الْإِنْتَخَافُ
بِحَقِّهَا قَالَ يَظْهِرُ الْعَدُوُّ بِمَعَاصِي
اللَّهِ فَلَا يُنْكَرُ وَلَا يُفْتَرُ وَرَبِّكَ
كَيْ نَفْرَمَنِي كُلُّ طُورٍ كُلِّي جَاتَ بِهِ زَانِ كَا انْكَارِ كِيَا جَاتَ

(۴) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَى
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَعَرَفَتْ فِي وَجْهِهِ أَنَّ قَدْ حَضَرَهُ
شَيْءٌ فَتَوَضَّأَ وَمَا كَلَمَ أَحَدًا
فَلَصِقَتْ بِالْحُجْرَةِ أَسْتَعِمُ مَا يَقُولُ

اور چاہیے کہ یوقوف نادان کا باقاعدہ پڑھو
اس کو حقیقتی بات پر مجبور کرو، ورنہ حق تعالیٰ
تمھارے قلوب کو سمجھی خلط ملط کر دیں گے اور
پھر تم پر یہی لعنت ہو گی جیسا کہ بہلی امتوں لعنت ہوتی
حضرت جبریل سے روایت ہے کہ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی
جماعت اور قوم میں کوئی شخص گناہ کرتا ہے
اور وہ قوم وجود درست کے اس کو نہیں وکٹی
تو ان پر نہیں سے سہلے ہی حق تعالیٰ اپنا
عذاب بھیج دیتے ہیں لیعنی دنیا ہی میں
ان کو عرض طرح کے مصائب میں مبتلا کر دیا جائے ہے۔
حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ مشر
کلمہ لا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اَللَّهُ اَللَّهُ اَللَّهُ
نفع دیتا ہے اور اس سے عذاب و بلا
دُور کرتا ہے جب تک کہ اس کے حقوق
سے بے پرواںی نہ برقراری جائے جسجاہے نے
عرض کی اس کے حقوق کی بے پرواںی کی
بے چھپورا قدسؐ نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ
کی نافرمانی کھلے طور پر کی جاتے بچہ زان کا انکار کیا جائے اور زان کے بندر کرنے کی کوشش کی جائے۔

حضرت عائشہؓ فرمائی ہیں کہ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف
لائے تو میں نے چہرہ انور پر ایک خاص
اثر دیکھ کر محسوس کیا کہ کوئی اسم بات
پیش آتی ہے جسپورا قدسؐ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَتَنَعَّدُ عَلَى الْمِنَبَرِ نَحْمِدَ اللَّهَ وَ
أَنْشِي عَلَيْهِ وَقَالَ يَا إِلَيْهَا النَّاسُ
إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَقُولُ بَكُمْ مُرْءُو
بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَاوَاعِنِ النَّسْكِ
قَبْلَ أَنْ تَدْعُوا فَلَا أُحِبُّ لَكُمْ
وَتَسْأَلُونِي فَلَا أُعْطِيُكُمْ وَلَتَتَصْرِفُنِي
فَلَا أَنْصُرُكُمْ فَمَا زَادَ عَلَيْهِمْ حَتَّى
زَرَّلَ (ترغيب)
میں اس کو قبول نہ کروں اور تم مجھ سے سوال کروں اور تم مجھ سے مدد چاہو اور میں متحارکی مدد نہ کروں جُضُورِ اقدس نے صرف یہ کلمات ارشاد فرمائے
اور منہ سے اُتر لئے

حضرت ابو سریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب میری امت دنیا کو قابل وقعت و غلط سمجھنے لگے گی تو اسلام کی وقعت وسیط اُن کے قلوب سے نکل جائے گی اور جب امر بالمعروف اور نہیٰ عن المنکر و حجور دے گی تو وہی کی برکات سے خود ممبو جائے گی اور جب آپس میں ایک دوسرے کو سب و شتم کرنا اختیار کرے گی تو اللہ جل شانہ کی نیگاہ سے گرفتار جائے گی۔ احادیث مذکورہ پر غور کرنے سے یہ بات معلوم ہوئی کہ امر بالمعروف و نہیٰ عن المنکر کو حجور نامخدا وحدۃ لا شرکیہ لذکی لعنت اور غضب کا باعث ہے اور جب امتی محمدؐ اس کام کو حجور دے گی تو سخت مصائب والام اور ذلت و خواری میں مبتلا کر دی جاتے گی اور ہر قسم کی غیبی نصرت و مدد سے مخدوم ہو جائے گی اور یہ سب کچھ اس لئے ہو گا کہ اس نے اپنے فرض منصبی کو نہیں پہچانا اور جس کام کی انجام ہو ہی کی ذمہ دار شخصی اس سے غافل رہی۔

یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امر المعرف و نہی عن المنکر کو ایمان کا خاصہ اور جزو لازمی قرار دیا اور اس کے چھوڑنے کو ایمان کے ضعف و ضلال کی علامت بتالیا۔ حدیث ابو سعید خدرا میں ہے مَنْ رَايِ مِنْكُهُ مُنْكَأَ فَلَيُغَيِّرْهُ بِسَدَدٍ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَلْيَأْتِيهِ

فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فِقْلِبْهُ وَذَلِكَ أَضْعَافُ الْإِيمَانِ۔ مسلم

یعنی تم میں سے جب کوئی شخص برائی کو دیکھے تو چاہیئے کہ اپنے ماتھوں سے کام لے کر اس کو دور کرے اور اگر اس کی طاقت شپاٹے تو زبان سے۔ اور اگر اس کی بھی طاقت نہ پاتے تو دل سے اور یہ آخری صورت ایمان کی بڑی کمزوری کا درجہ ہے۔ پس جس طرح آخری درجہ اضطراب ایمان کا ہوا، اسی طرح پہلا درجہ کمال دعوت اور کمال ایمان کا ہوا۔ اس سے بھی واضح تر حدیث ابن مسعود کی ہے۔ مَا مَنْ يَبْتَئِي بَعْثَةَ اللَّهِ قَبْلِي الْأَكَانَ لَهُ فِي أُمَّتِهِ حَوَارِيْكَ وَأَصْحَابِ يَাখُدُونَ يُسْتَبِّهُ وَيَقْتَدُونَ بِأَمْرِهِ ثُرَانِهَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوفُ يَقُولُونَ مَا لِيَفْعَلُونَ وَيَفْعَلُونَ مَا لَا يُؤْمِرُونَ فَمَنْ جَاهَهُ هُمْ بِيَدِهِ مُرْمَمُ وَمَنْ جَاهَهُ هُمْ بِلَسَانِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَهُ هُمْ بِقَلْبِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَيْسَ دَرَاءً ذَلِكَ مِنَ الْإِيمَانِ حَبَّةُ خَرَدِلٍ (مسلم)

یعنی سنت النبی یہ ہے کہ سرتی بھی اپنے ساختیوں اور ترتیبیات فہرست یاروں کی ایک جماعت چھوڑ جاتا ہے۔ یہ جماعت نبی کی سنت کو قائم کرنے سے اور بھیک اس کی پروپری کرتی ہے لیکن شریعت النبی کو جس حال اور جس شکل میں نبی چھوڑ گیا ہے اس کو بعدینہ محفوظ رکھتے ہیں اور اس میں ذرا بھی فرق نہیں آنے دیتے لیکن اس کے بعد شروع فتن کا دور آتا ہے اور ایسے لوگ پیدا ہو جاتے ہیں جو طریقہ نبی سے ہٹ جاتے ہیں۔ ان کا فعل ان کے دعوے کے خلاف ہوتا ہے اور ان کے کام ایسے ہوتے ہیں جن کے لئے شریعت نے حکم نہیں دیا۔ سو ایسے لوگوں کے خلاف جس شخص نے قیام حق و سنت کی راہ میں اپنے ماتھے کام لیا وہ مومن ہے۔ اور جو ایسا ذکر کام مگر زبان سے کام لیا وہ بھی مومن ہے اور جس سے یہ بھی نہ ہو سکا اور دل کے اعتقاد اور نیت کے ثبات کو ان کے خلاف کام میں لا یاد بھی مومن ہے لیکن اس آخری درجہ کے بعد ایمان کا کوئی درجہ نہیں اس پر ایمان کی سرحد ختم ہو جاتی ہے۔ حتیٰ کہ اب رانی کے دانے برابر بھی ایمان نہیں ہو سکتا۔ اس کام کی اہمیت اور ضرورت کو امام غزالیؒ نے اس طرح ظاہر فرمایا ہے۔

"اس میں کچھ شک نہیں کہ اُنہاں المعرفت وَبَنِي عَنِ الْمُنْكَرِ دین کا ایسا زبردست مرکن ہے جس سے دین کی تمام چیزیں والبستہ ہیں۔ اس کو انجام دینے کے لئے حق تعالیٰ نے تمام انبیاء، کرامہ کو مفتوحوت فرمایا۔ اگر خدا نخواستہ اس کو بالاتے طاق رکھ دیا جائے اور اس کے علم و عمل کو ترک کر دیا جائے تو العیاذ بِاللّٰهِ مبوت کا بیکار ہونا لازم آتے گا۔ دیانت جو شرافت انسانی کا خاصہ ہے، مضمحل اور افسردہ ہو جائے گی، کامی اور استثنی عام ہو جائے گی، ملکی اور ضرالت کی شاپرائیں کھل جائیں گی، جہالت عالمگیر ہو جائے گی تمام کاموں میں خرابی آجائے گی۔ آپس میں کھپوت پڑ جائے گی، آبادیاں خراب ہو جائیں گی، مخلوق تباہ و بر باد ہو جائے گی اور اس تباہی اور بر بادی کی اس وقت خبر ہو گی جب روزِ محشر خلدے بلا و برتکے سامنے ہیشی اور باز پرس ہو گی۔

افوسِ عمد افسوس! جو خطرہ تھا وہ سامنے آگیا، جو کھٹکا تھا انگھوں نے دیکھ دیا

كَأَنَّ أَمْرَ اللَّهِ قَدْرًا مَقْدُورًا ۝ فَإِنَّا بِلُوْدِ إِنَّا لِيَهِ رَاجِعُونَ ۝

اس سرسری ستون کے علم و عمل کے انشات مٹ جکے، اس کی حقیقت و سوم کی برکتیں نیست و نابود ہو گئیں، لوگوں کی تحریر و تدبیل کا سمجھ قابو ب پر جنم گیا، خدا نے پاک کے ساتھ کا قلبی تعلق مٹ چکا اور نفسانی خواہشات کے اثیاع میں جانوروں کی طرح بے باک ہو گئے روئے زمین پر ایسے صادق مومن کا ملناد شوار و کمیاب ہی نہیں بلکہ محدود ہو گیا جو اخبارِ حق کی وجہ سے کسی کی ملامت گوا کرے۔

اگر کوئی مردِ مومن اس تباہی اور بر بادی کے ازالہ میں سُنُخی کرے اور اس سُنت کے احیاء میں کوشش کرے اور اس مبارک بوجہ کوئے کر کھڑا ہو اور آستینیں چڑھا کر اس سُنت کے زندہ کرنے کے لئے میدان میں آتے تلویقینا وہ شخص تمام مخلوق میں ایک ممتاز اور نمایاں سُنتی کا مالک ہو گا:

إِمَامُ عَزِيزٍ الْعَالِيُّ نَعَنْ جِنِ الْأَفَاظِ مِنْ اسْ كَامِ كَيْ اِهْمَيْت اوْ ضرُورَتْ كُو بِيَانْ كِيَا ہے وہ ہماں تنبیہ اور بدیاری کے لئے کافی ہاں۔

ہمارے اس قدر اہم فرضیہ سے غافل ہونے کی چند وجوہ معلوم ہوتی ہیں:-

پہلی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اس فرضیہ کو علماء کے ساتھ خاص کر لیا حالانکہ خطابات قرآنی میں جو امت مُحَمَّدیہ کے ہر ہر فرد کو شامل ہیں اور صحابہ کرام اور خیر القرون کی زندگی اس

یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امر بالمعروف و نهیٰ عن المنکر کو ایمان کا خاصہ رہا۔ جزو لازمی قرار دیا اور اس کے چھوڑنے کو ایمان کے ضعف و ضلال کی علامت بتایا۔ حدیث ابوسعید خدراوی میں ہے مَنْ رَايِ منْكُمْ مُنْكَارَ فَلَيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَلْيَأْتِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فِي قَلْبِهِ وَذَلِكَ أَضْعَافُ الْإِيمَانِ۔ مسلم

یعنی تم میں سے جب کوئی شخص برائی کو دیکھ تو چاہیتے کہ اپنے پانچوں سے کام لے کر اس کو دور کرے اور اگر اس کی طاقت نہ پاتے تو زبان سے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ پاتے تو دل سے اور یہ آخری صورت ایمان کی بڑی کمزوری کا درجہ ہے۔ پس جس طرح آخری درجہ اضعف ایمان کا ہوا، اسی طرح پہلا درجہ کمال دعوت اور کمال ایمان کا ہوا۔ اس سے بھی واضح تر حدیث ابن مسعود کی ہے۔ مَا مَنْ يَنْبَغِي بَعْثَةُ اللَّهِ قَبْلِ الْأَكَانَ لَهُ فِي أُمَّتِهِ حَوَارِيُونَ وَأَصْحَابُ يَا حَدُودُنَ إِسْنَتِهِ وَيَقْتُدُونَ بِأَمْرِهِ شَرَانَهَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوفٌ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ وَيَقُولُونَ مَا لَا يُمْرَدُونَ فَمَنْ جَاهَهُمْ بِيَدِهِ فَهُوَ مُرْمَنٌ وَمَنْ جَاهَهُمْ بِلِسَانِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَهُمْ بِقَلْبِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَيْسَ دَرَاءً ذَلِكَ مِنَ الْإِيمَانِ حَبَّةً خَرَدِلٍ (مسلم)

یعنی سنتِ الہی یہ ہے کہ نبی اپنے ساتھیوں اور تربیت یافتہ یاروں کی ایک جماعت چھپوڑ جاتا ہے۔ یہ جماعت نبی کی سنت کو فاکم رکھتی ہے اور ٹھیک ٹھیک اس کی پروپری کرتی ہے یعنی شریعتِ الہی کو جس حال اور جس شکل میں نبی چھپوڑ گیا ہے اس کو بعینہ تحریک رکھتے ہیں اور اس میں ذرا بھی فرق نہیں آنے دیتے لیکن اس کے بعد شروع فتن کا دور آتا ہے اور ایسے لوگ پیدا ہو جاتے ہیں جو طریقہ نبی سے بہت جاتے ہیں۔ ان کا فعل ان کے دعوے کے خلاف ہوتا ہے اور ان کے کام ایسے ہوتے ہیں جن کے لئے شریعت نے حکم نہیں دیا۔ سو ایسے لوگوں کے خلاف جس شخص نے قیام حق و سنت کی راہ میں اپنے ہاتھ سے کام لیا وہ مومن ہے۔ اور جو ایسا نکر سما مگر زبان سے کام لیا وہ بھی مومن ہے اور جس سے یہ بھی نہ ہو سکا اور دل کے اعتقاد اور نیت کے ثبات کو ان کے خلاف کام میں لا یاد کی جائے گا اس آخری درجے کے بعد ایمان کا کوئی درجہ نہیں ہو سکتا۔ ایمان کی سرحد ختم ہو جاتی ہے۔ حتیٰ کہ اب راتی کے دامنے برابر بھی ایمان نہیں ہو سکتا۔ اس کام کی ابھیت اور ضرورت کو امام غزالیؒ نے اس طرح ظاہر فرمایا ہے۔

”اس میں کچھ شک نہیں کہ انہا معلوم و ثبیتی عنِ المنکر دین کا ایسا بردست مرکن ہے جس سے دین کی تمام چیزیں وابستہ ہیں۔ اس کو انعام دینے کے لئے حق تعالیٰ نے تمام انبیاء برکراہم کو مُسبحت فرمایا۔ اگر خدا نخواستہ اس کو بالاتے طاق رکھ دیا جائے اور اس کے علم و عمل کو ترک کر دیا جائے تو العیاد باللہ ثبوت کا بیکار ہونا لازم آتے گا۔ دیانت جو شرف انسانی کا خاصہ ہے، مضمحل اور افسرده ہو جائے گی، کامی اور سنتی عام ہو جائے گی، گمراہی اور ضلالت کی شاہراہیں کھل جائیں گی، جمالت عالمگیر ہو جائے گی تمام کاموں میں خرابی آجائے گی، آپس میں کھوت پڑ جائے گی، آبادیاں خراب ہو جائیں گی، مخلوق تباہ و بر باد ہو جائے گی اور اس نبایی اور بر بادی کی اس وقت خبر ہو گی جب روزِ محشر خدا کے بالا و بر تر کے سامنے ہیشی اور باز پرس ہو گی۔

افوس صد افسوس! جو خطرہ تحاوہ سامنے آگیا، جو کھٹکا تھا آنکھوں نے دیکھ دیا

کَانَ أَمْثَالُهُ قَدَّارًا مَقْدُفًا ۝ فَإِنَّا لِيُشْوِدُ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝

اس سربستون کے علم و عمل کے نشانات مٹ جائے گے۔ اس کی حقیقت و سوم کی برکتیں نیست و نابود ہو گئیں، لوگوں کی تصحیح و تذلیل کا سچے قلوب پر حتم گیا، خدائے پاک کے ساتھ کا قلبی تعلق مٹ چکا اور نفسانی خواہشات کے اتباع میں جانوروں کی طرح بے باک ہو گئے روئے زمین پر ایسے صادق مومن کاملنا دشوار و کمیاب ہی نہیں بلکہ محدود و محدود ہو گیا جو انہما حق کی وجہ سے کسی کی ملامت گوا رکرے۔

اگر کوئی مردم مومن اس تباہی اور بر بادی کے ازالہ میں سُغی کرے اور اس سُنت کے احیاء میں کوشش کرے اور اس مبارک بوجہ کوئے کر کھڑا ہو اور آستینیں چڑھا کر اس سُنت کے زندہ کرنے کے لئے میدان میں آتے تلویقینا وہ شخص تمام مخلوق میں ایک ممتاز اور نمایاں ہستی کا مالک ہو گا۔

امام غزالیؒ نے جن الفاظ میں اس کام کی اہمیت اور ضرورت کو بیان کیا ہے وہ ہے تبیہ اور بیداری کے لئے کافی ہیں۔

ہمارے اس قدر ابم فرلیفہ سے غافل ہونے کی چند وجوہ معلوم ہوتی ہیں:-

پہلی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اس فرلیفہ کو علماء کے ساتھ خاص کر لیا حالانکہ خطبات قرآنی میں جو امت مُحَمَّدیہ کے ہر ہر فرد کو شامل ہیں اور صحابہ برکراہم اور رَحِیْمُ الْقَرُونُ کی زندگی اس

کے لئے شاپرعدل ہے۔ فریضہ تسلیع اور اُمُر المَعْرُوف و نَهْيُ عَنِ الْمُنْكَر کو علماء کے ساتھ خاص کر لینا اور پھر ان کے بھروسہ پر اس کام کو جھوٹ دینا ہماری سخت نادانی ہے۔ علماء کا کام را حق بتلانا اور سیدھا راستہ دکھلانا ہے، پھر اس کے مُوافق عمل کرنا اور مخلوق خدا کو اس پر چلانا یہ دوسرے لوگوں کا کام ہے۔ اس کی جانب اس حدیث شریف میں تنبیہ کی گئی ہے۔

بیشک تم سب کے سب نیگہبان ہو اور
 تم سب اپنے رعیت کے بارے میں سوال
 کئے جاؤ گے پس با در شاہ لوگوں پر نیگہبان
 ہے وہ اپنی رعیت کے بارے میں سوال
 کیا جاوے گا اور مرواپنے گھروالوں پر نیگہبان
 ہے اور اس سے اُن کے بارے میں سوال
 کیا جاوے گا اور عورت اپنے خاوند کے
 گھر اور اولاد پر نیگہبان ہے وہ ان کے بارے
 میں سوال کی جاوے گی اور غلام اپنے مالک
 کے مال پر نیگہبان ہے اس سے اس کے
 بارے میں سوال کیا جاوے گا پس تم سب نیگہبان ہو اور تم سب سے اپنی رعیت
 کے بارے میں سوال کیا جاوے گا۔
 اور اسی کو واضح طور پر اس طرح بیان فرمایا ہے۔

حضور اقدس نے فرمایا دین مسلم صریح
 قَالَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَنَا مُسْلِمٌ فَلَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ إِنَّمَا
 ہے۔ (صحابہ نے) عرض کیا اس کے لئے
 فرمایا اللہ کے لئے اور اللہ کے رسول
 کے لئے اور مسلمانوں کے مقتدیوں کے لئے اور عام مسلمانوں کے لئے۔
 اگر بغرض محال مان بھی لیا جائے کہ یہ علماء کا کام ہے تب بھی اس وقت فضا
 زمانہ کا مقتضی ہی ہے کہ شخص اس کام میں لگ جائے اور اغلاہ حکمۃ اللہ اور حفاظت دین متن
 کے لئے کربستہ ہو جائے۔

الْأَكْلُكُمْ رَاجٍ وَكُلُكُمْ مَسْؤُلٌ
 عَنْ رَعِيَّتِهِ فَالْأَمْيَدُ الَّذِي عَلَى
 النَّاسِ رَاجٍ عَلَيْهِمْ وَهُوَ مَسْؤُلٌ
 عَنْهُمْ وَالْإِجْدُ رَاجٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ
 وَهُوَ مَسْؤُلٌ عَنْهُمْ وَالْمُلْكُ دَائِيَةٌ
 عَلَى بَيْتِ بَعْلَهَا وَدَلِيدٌ وَهُوَ
 مَسْؤُلٌ عَنْهُمْ وَالْعَبْدُ رَاجٍ عَلَى
 مَالِ سَيِّدِهِ وَهُوَ مَسْؤُلٌ عَنْهُ
 فَكَلَكُمْ رَاجٍ وَكُلُكُمْ مَسْؤُلٌ
 عَنْ رَعِيَّتِهِ۔ بنواری وسلمی

دوسری وجہ یہ ہے کہ ہم یہ سمجھ رہے ہیں کہ اگر ہم خود اپنے ایمان میں پختہ ہیں تو وہ فل کی گرامی ہمارے لئے نقصان دہ نہیں جس کا اس آیت شریفہ کا مفہوم ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ
أَنْفُكُمْ لَا يُضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ
رَاهٍ پُرِّضِلَ رَبِّهِ بِهِ تَوْجُّهُ خَصْسَ الْمَرَاءِ ہے
اس سے تھا زارِ کوئی نقصان نہیں۔
إِذَا اهْتَدَيْتُمْ (بامدہ۔ ع ۱۲)

(بیان القرآن)

لیکن درحقیقت آیت سے یہ مقصود نہیں جو ظاہر ہے سمجھا جا رہا ہے اس لئے کہ یہ معنی حکمت خداوندیہ اور تعلیمات شرعیہ کے بالکل خلاف ہے مشریعت اسلامی نے اجتماعی زندگی اور اجتماعی اصلاح اور اجتماعی ترقی کو حاصل پہلایا ہے اور امت مسلمہ کو بنیزرا ایک جسم کے قرار دیا ہے کہ اگر ایک غضنوں میں درد ہو جائے تو تمام جسم بے چین ہو جاتا ہے۔

بات دراصل یہ ہے کہ بُنْيُ نَوْعِ انسان نحو اہ کتنی ہی ترقی کر جاتے اور کمال کو پہنچ جاوے اس میں ایسے لوگوں کا ہونا بھی ضروری ہے جو سیدھے راستے کو حضور رَحْمَةُ اللَّهِ عَلَيْهِ مَسِّيْحُ الْمُحْمَدِ مُبَتَلًا ہوں تو آیت میں مومنوں کے لئے تسلی ہے کہ جب تم ہدایت اور صراطِ مستقیم پر قائم ہو تو تم کو ان لوگوں سے مضررت کا اندر یہ نہیں جنہوں نے بھٹک کر سیدھا راستہ حضور دیا۔

نیز راصل ہدایت یہ ہے کہ انسان شریعت محمدی کو متعال حکما م کے قبول کرے اور متحملہ احکام خداوندی کے ایک امرِ المَعْرُوف اور نبی عن ائمَّۃُ الْمُنْتَکِبِ بھی ہے۔

ہمارے اس قول کی تائید حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ارشاد سے ہوتی ہے۔

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٌ الصَّدِيقُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ أَيْمَانِهَا
فَرِمِيَ إِلَيْهِ لَوْكُو! تَمِيمٌ يَأْيَتْ يَأْيَهَا،
الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُكُمْ لَا يُضُرُّمُ
مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ مُؤْمِنِي کرتے ہو

عَنْ أَيْمَانِهَا
النَّاسُ إِنَّكُمْ تَقْرَءُونَ هَذِهِ الْآيَةَ
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُكُمْ
لَا يُضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ

فَإِنَّ سَيْعَتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُو
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ النَّاسَ
إِذَا أَرَادُ الْمُنْكَرَ فَلَعْنَافَرِيقَةُ وَأَشْدَادُ
أَنْ يَعْلَمُوا اللَّهُ يَعْلَمُ أَبَاهُ.

اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوتے سنابے کہ جب لوگ خلاف شرع کسی چیز کو دیکھیں اور اس میں تغیر نہ کریں تو قریب ہے کہ حق تعالیٰ ان لوگوں کو اپنے عمومی عذاب میں مبتلا فرمادے۔

علماء محققین نے بھی آیت کے یہی معنی لئے ہیں، امام نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں: علماء محققین کا صحیح مذہب اس آیت کے معنی ہیں یہ ہے کہ جب تم اس چیز کو ادا کر دو جس کا تمہیں حکم دیا گیا ہے تو تمہارے غیر کی کوتا ہی تمہیں مفترض نہ پہنچائے گی جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے دلکش روانہ و زر اخراجی اور جب ایسا ہے تو مجملہ ان اشیاء کے جن کا حکم دیا گیا انہیں بالمعروف و نہیں عن المنکر ہے پس جب کسی شخص نے اس حکم کو پورا کر دیا اور مخالف نے اس کی تعییں نہ کی تو اب ناصح پر کوئی عتاب اور سرزنش نہیں، اس لئے کہ جو کچھ اس کے ذمہ واجب تھا اور وہ امر و نبی ہے اس نے اس کو ادا کر دیا، دوسرے کا قبول کرنا اس کے ذمہ نہیں۔ وَاللَّهُ أَعْلَمْ

تمیری وجہ یہ ہے کہ عوام و خواص، عالم و جاہل بشر خص اصلاح سے مایوس ہو گیا اور انہیں یقین ہو گیا کہ اب مسلمانوں کی ترقی اور ان کا عروج ناممکن اور دشوار ہے۔ جب کسی شخص کے سامنے کوئی اصلاحی نظام پیش کیا جاتا ہے تو حواب یہی ملتا ہے کہ مسلمانوں کی ترقی اب کیسے ہو سکتی ہے جب کہ ان کے پاس رسلطن و حکومت ہے، اندماں وزر اور نہ سامان حرب اور نہ مرکزی حیثیت، نہ قوت بازو اور نہ باہمی اتفاق و اتحاد۔

بالخصوص دیندار طبقہ تو بزرگ خود یہ طے کر چکا ہے کہ اب چودھویں صدی سے زمانہ رسالت کو بعد ہو چکا، اب اسلام اور مسلمانوں کا انحطاط ایک لازمی شے ہے پس اس کے لئے جد و جہد کرنا عبیث اور بیکار ہے۔ یہ صحیح ہے کہ جس قدر شکوہ ثبوت سے بعد ہوتا جاتے ہا حقیقی اسلام کی شعایم ماند پڑتی جاتیں گی لیکن اس کا مطلب ہرگز نہیں کہ بقا شرعاً اور حفاظت دین مجسمہ کے لئے جد و جہد اور سخنی نہ کی جاتے، اس لئے کہ اگر ایسا ہوتا تو اسے ہمارے اسلاف کبھی خدا نخواستہ ہی سمجھ لیتے تو آج ہم تک اس دین کے پہنچنے کی کوئی

بسیل نہ تھی البتہ جب کمزمانہ نام موافق ہے تو فتاہ زمانہ کو دیکھتے ہوتے زیادہ ہمت اور استقلال کے ساتھ اس کام کو لے کر کھڑے ہونے کی ضرورت ہے۔
 تعجب ہے کہ جو ندیب سراسر عمل اور حجد و جہد پر مبنی تھا آج اس کے پروگریل سے یکسر خالی ہیں، حالانکہ قرآن مجید اور حدیث شریف میں جگہ جگہ عمل اور جہد کا سبق پڑھایا اور بتلاما ہے کہ ایک عبادت گزار تمام رات نفل پڑھنے والا، دن بھر روزہ رکھنے والا، اللہ اللہ تکرنے والا ہرگز اس شخص کے برابر نہیں ہو سکتا جو دوسروں کی اصلاح اور ہدایت کی فکر میں ہے چیز ہو۔
 قرآن کریم نے جو گجر جبار فی سبیل اللہ کی تائید کی اور مجاهد کی فضیلت اور برتری کو نمایاں کیا۔

برا بر نہیں وہ مسلمان جو ہماری غدر کے
 گھر میں بیٹھے ہیں اور وہ لوگ جو اللہ
 کی راہ میں اپنے مال و جان سے جہاد
 کریں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا درجہ
 بہت زیادہ بلند کیا ہے جو اپنے مال
 جان سے جہاد کرتے ہیں بہ نسبت
 گھر بیٹھنے والوں کے اور سب سے
 اللہ تعالیٰ نے اچھے گھر کا وعدہ کر کھا
 ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجہدین کو بتعابیر

لَا يَنْتَيِ الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ
 غَيْرُ أُولَئِي الظَّرَرِ وَالسُّجَاهِدُونَ فِي
 سَبِيلِ اللهِ يَأْمُوا لَهُمْ وَأَنْفِعُهُمْ فَضَلَّ
 اللَّهُ السُّجَاهِدُونَ يَأْمُوا لَهُمْ وَأَنْفِعُهُمْ
 عَلَى الْقَعِيدِينَ دَرْجَةً وَكُلُّاً دَعَدَ
 اللَّهُ الْحُسْنَى وَفَضَلَّ اللَّهُ السُّجَاهِدُونَ
 عَلَى الْقَعِيدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا لِدَرَجَتِ
 مَنْهُ وَمَغْفِرَةً وَرَحْمَةً وَكَانَ اللَّهُ

عَفُورًا حَمِيمًا ۝ (نامہ، ۱۲)

گھر میں بیٹھنے والوں کے اجر عظیم دیا ہے لیکن بہت سے درجے جو خدا کی طرف سے ملیں گے اور مغفرت اور رحمت، اور اللہ ہر کی مغفرت، رحمت والے ہیں۔
 اگرچہ آیہ میں جہاد سے مراد کفار کے مقابلہ میں سینہ سپر ہونا ہے تاکہ اسلام کا بول بالا ہو اور کفر و مشرک مغلوب و مقهور ہو لیکن اگر بد قسمتی سے آج ہم اس سعادت عظیمی سے محروم ہیں تو اس مقصد کے لئے جس قدر حجد و جہد ہماری مُقدِّر ت اور اُس طاعت میں ہے اس میں تو ہرگز کوتا بھی نہ کرنی چاہیے پھر ہماری یہی معمولی حرکت عمل اور حجد و جہد ہمیں کشاں کشاں آگے بڑھاتے گی۔ وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَهُمْ دَيْنُهُمُو سُبْلَنَا لِعِنْنِي جو

فَإِنِّي سَوْعَتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ النَّاسَ
إِذَا أَرَادُوا الْمُنْكَرَ فَلَعْنَعُهُ وَأَوْثَدَ
آنَّ يَعْلَمُ اللَّهُ بِعِقَابِهِ.

اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنائے کہ جب لوگ خلاف شرع کسی چیز کو دیکھیں اور اس میں تغیر نہ کریں تو قریب ہے کہ حق تعالیٰ ان

لوگوں کو اپنے عمومی غذاب میں مبتدلا فرمادے۔ علماء محققین نے بھی آیت کے یہی معنی لئے ہیں۔ امام نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں علماء محققین کا صحیح مذہب اس آیت کے معنی میں یہ ہے کہ جب تم اس چیز کو ادا کر دو جس کا تمھیں حکم دیا گیا ہے تو تمھارے غیر کی کوتاہی تمھیں مضررت پہنچائے گی جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے دَلَّاتِنَّ رَوَازِنَّ رَوْزَرَ أُخْرَیٰ اور جب ایسا ہے تو مجھلہ ان اشیاء کے جن کا حکم دیا گیا اُنمِرُ الْمَعْرُوفِ وَنَهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ ہے پس جب کسی شخص نے اس حکم کو پورا کر دیا اور مخاطب نے اس کی تعیین نہ کی تو اس ناصح پر کوئی عتاب اور سرزنش نہیں، اس لئے کہ جو کچھ اس کے ذمہ واجب تھا اور وہ امر وہی ہے اس نے اس کو ادا کر دیا، دوسرے کا قبول کرنا اس کے ذمہ نہیں۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ

تمیری وجہ یہ ہے کہ عوام و خواص، عالم و جاہل بہرخیں اصلاح سے مایوس ہو گیا اور انہیں یقین ہو گیا کہ اب مسلمانوں کی ترقی اور ان کا عروج ناممکن اور دشوار ہے۔ جب کسی شخص کے سامنے کوئی اصلاحی نظام پیش کیا جاتا ہے تو حواب یہی ملتا ہے کہ مسلمانوں کی ترقی اب کیسے ہو سکتی ہے جب کہ ان کے پاس سلطنت و حکومت ہے، نہ مال و زر اور نہ سماں حرب اور نہ مرکزی حیثیت، نہ قوت بازو اور نہ باہمی اتفاق و اتحاد۔

باخصوص دین ار طبقہ توزیع خود یہ طے کر چکا ہے کہ اب چودھویں صدی سے زمانہ رسالت کو بعد ہو چکا، اب اسلام اور مسلمانوں کا انحطاط ایک لازمی شے ہے لیں اُس کے لئے جد و تجدید کرنا اعیش اور بیکار ہے۔ یہ صحیح ہے کہ جس قدر مشکوہ نبوت سے بعد ہوتا جائے گا حقیقی اسلام کی شعایم ماند پڑتی جائیں گی لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بقا شرعاً اور حفاظت دین مجسمی کے لئے جد و تجدید اور سُعْتی نہ کی جاتے، اس لئے کہ اگر ایسا ہوتا تو ہمارے اسلاف بھی خدا نخواستہ یہی سمجھ لیتے تو آج ہم تک اس دین کے پہنچنے کی کوئی

بیل نہ تھی البتہ جب کر زمانہ ناموفق ہے تو فتاویٰ زمانہ کو دیکھتے ہوتے زیادہ ہمت اور
انقلال کے ساتھ اس کام کو لے کر کھڑے ہونے کی ضرورت ہے۔
تعجب ہے کہ جو مذہب مسلمان عمل اور حمد و جمد پر مبنی تھا آج اس کے پروگرml سے
یکسر خالی ہیں، حالانکہ قرآن مجید اور حدیث شریف میں جگہ جگہ عمل اور جمد کا سبق پڑھایا
اور بتلا ہے کہ ایک عبادت گزار تمام ایات نفل پڑھنے والا، دن بھر روزہ رکھنے والا،
اللہ اللہ تک نے والا ہرگز اس شخص کے برابر نہیں ہو سکتا جو دوسروں کی اصلاح اور ہدایت
کی فکر میں ہے چن ہو۔
قرآن تریم نے جگہ جگہ جہاد فی سینیل اللہ کی تائید کی اور مجاذب کی فضیلت اور برتری کو
نمایا گیا۔

بِرَبِّنَبِیْسِ وَهُوَ مُسْلِمٌ جُوْلَاکِسِیْ عَذْرَكَ
لَهُرِیْسِ بِشْتِیْسِ ہیْسِ اور وہ لوگ جو اللہ
کی راہ میں اپنے ماں و جان سے جہاد
کریں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا درجہ
بہت زیادہ بلند کیا ہے جو اپنے ماں
جان سے جہاد کرتے ہیں بہ نسبت
لَهُرِیْسِ بِشْتِیْسِ والوں کے اور سب سے
اللہ تعالیٰ نے اچھے لھر کا وعدہ کر کھا
ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجاذبین کو مبالغہ

لَا يَسْتَوِي النَّاسُ دُوْنَكَ وَمِنَ الْمُؤْمِنِينَ
غَيْرُ أُولَئِي الْقُرْبَى وَالْمُجَاهِدُونَ فِي
سَيِّدُ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فَضَلَّ
اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ
عَلَى النَّعِيْدِيْنَ دِرْجَةً وَكُلَّاً وَعَدَ
اللَّهُ الْحُسْنَى وَفَضَلَّ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ
عَلَى الْقَعِدِيْنَ أَجْرًا عَظِيْمًا لَّا درَجَتْ
يَقْنَهُ وَمَغْفِرَةً وَرَحْمَةً وَكَانَ اللَّهُ
غَفُورًا حَيْمًا ۝ (نامہ، ۱۲۰۴)

لَهُرِیْسِ بِشْتِیْسِ والوں کے اجر عظیم دیا ہے یعنی بہت سے درجے جو خدا کی طرف سے
ملیں گے اور مغفرت اور رحمت، اور اللہ ہر بڑی مغفرت، رحمت والے ہیں۔
اگرچہ آیت میں جہاد سے مراد کفار کے مقابلہ میں سینہ سپر ہونا ہے تاکہ اسلام کا
بول بالا ہو اور کفر و مشرک مغلوب و مقهور ہو لیکن اگر بد قسمی سے آج ہم اس سعادت عظیمی
سے محروم ہیں تو اس مقصد کے لئے جس قدر حمد و جمد ہماری مقدیرت اور استیطاعت
میں ہے اس میں تو ہرگز کوتاہی نہ کرنی چاہیے پھر ہماری یہی عمومی حرکت عمل اور حمد و جمد
ہمیں کشاں کشاں آگے بڑھاتے گی۔ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوا فَيَنْهَا لَهُمْ دَيْنُهُمْ سُبْلَنَا یعنی جو

لوگ ہمارے دین کے لئے گوشش کرتے ہیں ہم ان کے لئے اپنے راستے کھول دیتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ دینِ محمد ﷺ کی بقا اور حفظ کا حق تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے لیکن اس کے عروج و ترقی کے لئے ہمارا عمل اور سعی مطلوب ہے۔ صحابہ کرامؐ نے اس کے لئے جس قدر انتہا کو گوشش کی اُسی قدر شکر سمجھی مُشاہدہ کئے اور غیبی نصرت سے سرفراز ہوتے۔ ہم بھی ان کے نام لیوا پہن اگر اب بھی ہم ان کے نقش قدم پر چلنے کی گوشش کریں اور اعلاءً حمد اللہ اور اشاعتِ اسلام کے لئے کمر بستہ ہو جائیں تو یقیناً ہم بھی نصرتِ خداوندی اور امامداد غیری سے سرفراز ہوں گے اُن تنصُّر واللہ تَنْصُر کم و تَبَيْتُ أَقْدَامَكُمْ یعنی اگر تم خدا کے دین کی مدد کے لئے کھڑے ہو جاؤ گے تو خدا تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ ہم آئے صحیتے ہیں کہ جب ہم خود ان بالوں کے پابند نہیں اور امنصب کے ابل نہیں تو دوسروں کو نس مذنے نے صحیت کریں لیکن یہ نفس کا صریح دھوکہ ہے جب ایک کام کرنے کا ہے اور حق تعالیٰ کی جانب سے ہم اس کے مامور ہیں تو پھر ہیں اس میں پس وپیش کی گنجائش نہیں ہمیں خدا کا حکم سمجھو کر کام شروع کر دینا چاہیے پھر انشاء اللہ تھی جو وہ جہد ہماری پختگی با شکام اور اس مقامت کا باعث ہوگی اور اسی طرح کرتے کرتے ایک دن تقریباً خداوندی کی سعادت نصیب ہو جاتے گی۔ یہ ناممکن اور محال ہے کہ ہم حق تعالیٰ کے کام میں چد و جدد کریں اور وہ حسن و رحیم ہماری طرف نظر کرم نہ فرمائے یہ رے اس قول کی تایید اس حدیث سے ہوتی ہے۔

عن آنیٰ ہے قال قلتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَا تَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ حَتَّى نَعْمَلْ بِهِ كُلَّهُ وَ لَا تَنْهَا عَنِ الْمُنْكَرِ حَتَّى نَجْتَبِهِ مُكَفَّهَةً فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلْ مُرِرْ وَا بِالْمَعْرُوفِ وَإِنَّمَا تُعَذِّلُ بِهِ كُلَّهُ وَ إِنَّمَا عَنِ الْمُنْكَرِ وَ إِنَّمَا تُجْتَبِيهِ مُكَفَّهَةً - (رواى الطبراني في الصغير الأوسط) منع کرو اگرچہ تم خود ان سب سے نہ پچ رہے ہو۔

پانچویں وجہ یہ ہے کہ تم سمجھ رہے ہیں کہ جگہ مدارس دینیہ کا قائم ہونا، علماء کا وعظ و نصیحت کرنا، خانقاہوں کا آمادہ ہونا، مدینی کتابوں کا تصنیف ہونا، رسالوں کا جاری ہونا، یا مذکورہ وہی عنِ المنکر کے شعبے ہیں اور ان کے ذریعہ اس فرضیہ کی ادائیگی ہو رہی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ان سب اداروں کا قیام اور بقایہ بہت ضروری ہے اور ان کی جانب اعتماد اہم امور سے ہے اس لئے کہ دین کی جو کچھ مختصری بہت جملک دکھائی دے رہی ہے وہ اہنی اداروں کے مبارک آثار ہیں۔ میکن پھر بھی اگر غور سے دیکھا جاتے تو ہماری موجودہ ضرورت کے لئے یہ ادارے کافی نہیں اور ان پر الگ فتاویٰ کرنا ہماری کھلی غلطی ہے اس لئے کہ ان اداروں سے ہم اس وقت منتفع ہو سکتے ہیں جب ہم میں دین کا شوق اور طلب ہوا اور مذہب کی وقعت اور عظمت ہو۔ اب سے پچاس سال پہلے ہم میں شوق و طلب موجود تھا اور اسلامی حملک دکھائی دیتی تھی۔ اس لئے ان اداروں کا قیام ہمارے لئے کافی تھا۔ میکن آج غیر اقوام کی انہیں کوششوں نے ہمارے اسلامی جذبات بالحل فنا کر دیتے اور طلب و غربت کے بجائے آج ہم مذہب سے متغیر اور بزرگ نظر آتے ہیں۔ ایسی حالت میں ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم منتقل کوئی تحریک ایسی شروع کریں جس سے عوام میں دین کے ساتھ تعلق اور شوق و غربت پیدا ہو اور ان کے سوتے ہوتے جذبات بدل رہوں، پھر ہم ان اداروں سے ان کی سثان کے مطابق منتفع ہو سکتے ہیں ورنہ اگر اسی طرح دین سے بے غبتو اور بے اعتمانی بڑھتی گئی، تو ان اداروں سے انتخاع تو درکنار ان کا بقا بھی دشوار نظر آتا ہے۔

چھٹی وجہ یہ ہے کہ جب ہم کام کو لے کر دوسروں کے پاس جاتے ہیں تو وہ بڑی طرح پیش آتے ہیں اور سختی سے جواب دیتے ہیں اور ہماری توہین و تذلیل کرتے ہیں، میکن ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ کام انبیاء کرام کی نیابت ہے اور ان مصائب اور شکتوں میں مبتلا ہونا اس کام کا خاصہ ہے اور یہ سب مصائب و نکالیف بلکہ اس سے بھی زائد انبیاء کرام نے اس راہ میں برداشت کیں۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَلَقَدْ أَرَسْلَنَا مِنْ قَبْلِكَ رُبُّ شِيعٍ
الْأَوَّلِينَ ۝ وَمَا يَأْتِيهِمُ مِنْ رَسُولٍ
كُوئی رَسُولٌ نَهِيْنَ آيَا تَحْمِلُهُ إِلَّا كَانُوا يَهُدُونَ ۝ (ج ۲۶، ۱)

اڑاتے رہے۔

بُنیٰ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے۔ دعوتِ حق کی راہ میں جس قدر مجھ کو اذیت اور تکلیف میں مبتلا کیا گیا ہے کسی بُنیٰ اور رسول کو نہیں کیا گیا۔ پس جب سردارِ دو عالم اور ہمارے آقا و مولیٰ نے ان مصائب اور مشکلوں کو تحمل اور بُرداہی کے ساتھ برداشت کیا تو ہم بھی ان کے پریو ہیں اور انہی کا کام لے کر کھڑے ہوئے ہیں تھیں بھی ان مصائب سے پرلیشان نہ ہونا چاہیئے اور تحمل اور بُردباری کے ساتھ ان کو برداشت کرنا چاہیئے۔

ماہینے سے یہ بات بخوبی معلوم ہو گئی کہ ہمارا اصل مرض روحِ اسلامی اور حقيقة ایمانی کا ضعف اور امتحان ہے۔ ہمارے اسلامی جذبات فنا پوچکے اور ہماری ایمانی قوت زائل ہو چکی اور جب صل شے میں انحطاط اگیا تو اس کے ساتھ جتنی خوبیاں اور بجلاتیاں وابستہ مکھیں ان کا انحطاط پذیر ہونا بھی لا بدی اور ضروری تھا اور اس ضعف و انحطاط کا سبب اس نسل شے کا حضور دینا ہے جس پر تمام دین کا باقاعدہ اور دار و مدار سے اور وہ امر المعرفت اور بُنیٰ عنِ المنکر ہے۔ ظاہر ہے کہ کوئی قوم اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتی جب تک کہ اس کے افراد خوبیوں اور کمالات سے آرائی نہ ہوں۔

پس ہمارا علاج صرف یہ ہے کہ ہم فریضہ تبلیغ کو الی طرح لے کر کھڑے ہوں جس سے ہم میں قوت ایمانی بڑھے اور اسلامی جذبات اُبھریں۔ ہم خدا اور رسول کو پسچایں اور احکام خداوندی کے سامنے سرنگوں ہوں اور اس کے لئے ہمیں وہی طریقہ اختیار کرنا ہو گا جو سید الانبیاء والمرسلین نے مشرکین عرب کی اصلاح کے لئے اختیار فرمایا۔

لَئِنَّكَ أَنَّ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أَسْوَدَةً
بَلْ شَكْ تَحَمَّلَ لَنَّ رَسُولَ اللَّهِ مِنْ

حَسَنَةٍ (احناب)

اسی کی جانب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اشارہ فرماتے ہیں۔ لَنْ يُصلحَ أَخْرَ هَذِهِ الْأُمَّةِ إِلَّا مَا أَصْلَحَ أَوْ لَهَا۔ یعنی اس امتیٰ مُحَمَّدیہ کے آخر میں آنے والے لوگوں کی پر گز اصلاح نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہی طریقہ اختیار نہ کیا جاتے جس نے ابتداء میں اصلاح کی ہے۔

جس وقت بُنیٰ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دعوتِ حق لے کر کھڑے ہوئے، آپ تنہائے،

کوئی آپ کا ساتھی اور ہم خیال نہ تھا، دنیوں کوئی طاقت آپ کو حصل نہ تھی آپ کی قوم میں خود سری اور خود رائی انتہاد رجہ کو پہنچی ہوئی تھی، ان میں سے کوئی حق بات سنبھلنے اور اطاعت کرنے پر آمادہ نہ تھا بالخصوص جس کامہ حق کی آپ تبلیغ کرنے کے لئے ہوئے تھے اس سے تمام قوم کے قابوں منتظر اور بیزار تھے، ان حالات میں کوئی طاقت سنبھلی جس سے ایک مغلب و نادار، بے یار و بدگار انسان نے تمام قوم کو اپنی طرف کھینچا، آغور کیجئے کہ آخر وہ کیا چیز تھی جس کی طرف آپ نے مخلوق کو بلایا اور جس شخص نے اس چیز کو پایا وہ پھر تمیش کے لئے آپ کا ہورا۔ دنیا جانتی تھے کہ وہ صرف ایک سبق تھا جو آپ کا مظہر نظر اور مقصوداً صلی تھا جس تو آپ نے لوگوں کے نامے پہش کیا۔

أَكَانْعَدَ إِلَّا اللَّهُ وَلَا شَرِيكَ لَهُ
بِحِجْرِ الرَّسُولِ تَعَالَى كَمْ كُسِيَ أَوْ رَكِيْعَتُهُ
شَيْئًا فَلَا يَتَخَدَّدُ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا
كَرِسُ اُوْرَالِهِ تَعَالَى كَمْ سَاتِكِيْسِيْ كُوشِرِيْك
مَنْ دُونِ اللَّهِ هُوَ الْأَعْلَى عَنْ عِرَادَعِ
ذَكْهَرِيْتِ اُسِيْسِيْ اُوْرَمِ مِنْ سَے کوئی دوسرے

کو ربت نہ قرار دے خدا تعالیٰ کو حضور کر۔
اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ کے سوا برہنے کی عادت اور اطاعت اور فرمان بذری کی عمماً کی اور اغیار کے تمام بندھنوں اور علاقوں کو تورڑ کر ایک نظام عمل مقرر کر دیا اور بتلا دیا کہ اس سے بست کر کسی دوسری طرف رُخ نہ کرنا۔

إِتَّبِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ
تَمَّ لَوْلَ اسِيْلَهِ اِتَّبَاعَ كَرِدْجُونِهِ بَاس
وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهِ أَوْ لِيَاءَهُ
أَرْخَادِ الرَّعَالِيِّ كُوشِرِ كَرِدْ دوسرے لوگوں کا
اِتَّبَاعَ مُسْتَكْرِهَ۔

یہی وہ اصل تعلیم تھی جس کی اشاعت کا است کو حکم دیا گیا۔

مُدْعِيَ إِلَى سَيِّلِهِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ
أَمْ حَمَدَ بَلَادَ وَلَوْلَوْ كُوَانِيَتْ رَبِّكَ
كَمْ طَرِفِ حَكْمَتِ اُونِیکِ لَصِحْتَ سَے اور ان
کے ساتھ بحث کرد جس طرح بہتر بُوشِک
کمْ تھا رَبِّی خوب جانتا ہے اس شخص
کو جو گمراہ ہوا سکی راہ سے، وہی خوب جانتا

هُوَ أَحْسَنُ طَرِيقٍ رَبِّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ
صَدَّ عَنْ سَيِّلِهِ وَهُوَ عَلَمُ بِالْمُهَنَّدِينَ

(احمد ۱۶۴)

اڑاتے رہے۔

بُنیٰ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے۔ دعوتِ حق کی راہ میں جس قدر مجھ کو اُذیت اور تکلیف میں مبتلا کیا گیا ہے کسی بُنیٰ اور رسول کو نہیں کیا گیا۔ پس جب سردارِ دو عالم اور ہمارے آقا و مولیٰ نے ان مَصَابِ اور مشقتوں کو تحمل اور پرباری کے ساتھ برداشت کیا تو ہم بھی ان کے پروپریتیز اور انہی کا کام لئے کر کھڑے ہوتے ہیں تبیں بھی ان مَصَابِ سے پرلیشان نہ ہونا چاہیئے اور تحمل اور پرباری کے ساتھ ان کو برداشت کرنا چاہیئے۔

ماسبق سے یہ بات بخوبی معلوم ہو گئی کہ ہمارا اصل مرض روحِ اسلامی اور حقیقتِ ایمانی کا ضعف اور ضمحلہ ہے۔ ہمارے اسلامی جذبات فنا پوچکے اور ہماری ایمانی قوت زائل ہو چکی اور جب اصل شے میں انحطاط اگیا تو اس کے ساتھ تباہی خوبیاں اور بھلائیاں وابستہ تھیں ان کا انحطاط پذیر ہونا بھی لا بدی اور ضروری تھا اور اس ضعف و انحطاط کا سبب اس اصل شے کا حضور دینا ہے جس پر تمام دین کا بغا اور دار و مدار سے اور وہ آخر المعرفت اور بُنیٰ عنِ المنکر ہے۔ ظاہر ہے کہ کوئی قوم اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتی جب تک کہ اس کے افراد خوبیوں اور کمالات سے آزاد نہ ہوں۔

پس ہمارا علاج صرف یہ ہے کہ ہم فریضہ تبلیغ کو الیٰ طرح لے کر کھڑے ہوں جس سے ہم میں قوتِ ایمانی بڑھے اور اسلامی جذبات اُبھریں۔ ہم خدا اور رسول کو پسچاہیں اور احکام خداوندی کے سامنے سرنگوں ہوں اور اس کے لئے ہمیں وہی طریقہ اختیار کرنا ہو گا جو سید الانبیاء والمرسلین نے مشرکین عرب کی اصلاح کے لئے اختیار فرمایا۔

لَئِدَكَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أَسْوَدٌ
بَلْ شَكْ تَحَلَّى لَنَّ رَسُولَ اللَّهِ مِنْ

حَسَنَةٍ (احناب)

اسی کی جانب امام مالک رَحْمَةُ اللَّهِ عَلَيْهِ اشارہ فرماتے ہیں۔ لَنْ يُصلحَ أَخْرَهُ ذَهِدُ الْأَمْمَةِ إِلَّا مَا أَصْلَحَ أَوْ لَهُ۔ یعنی اس امتیٰ مُحَمَّدیہ کے آخریں آنے والے لوگوں کی پرگزاں اصلاح نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہی طریقہ اختیار نہ کیا جاتے جس نے ابتداء میں اصلاح کی ہے۔

جس وقت بُنیٰ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دعوتِ حق لے کر کھڑے ہوتے، آپ تنہا تھے۔

کوئی آپ کا ساتھی اور ہم خیال نہ تھا، دنیوی کوئی طاقت آپ کو حاصل نہ تھی آپ کی قوم میں تھود سری اور خود رائی انتہاد جس کو چیزی ہوئی تھی، ان میں سے کوئی حق بات سنبھلے اور اطاعت کرنے پر آمادہ نہ تھا با شخص جس کا ذکر حق کی آپ تبلیغ کرنے کی طرف ہوتے تھے اس سے تمام قوم کے قابوں مستفرا در بیزار تھے، ان حالات میں کوئی طاقت تھی جس سے ایک مغلس و نادار، بے یار و مددگار انسان نے تمام قوم کو اپنی طرف کھینچا، اغور تھے کہ آخر وہ کیا چیز تھی جس کی طرف آپ نے مخلوق کو بلایا اور جس شخص نے اس پر بیز کو پایا وہ بھرپوری کے لئے آپ کا ہمارا دنیا جانتی سے کروہ صرف ایک سبق تھا جو آپ کا مظہر نظر اور مقصود اصلی تھا جس کو آپ نے لوگوں کے نامنے پیش کیا۔

أَكُنْ عَبْدًا إِلَّا اللَّهُ وَلَا شَرِيكَ لَهُ
شَيْئًا فِي الْأَيَّامِ إِذَا نَخَدَ بَعْضَنَا بَعْضًا أَرْبَابًا
كُرُسُ اُولَئِكَ اللَّهُ وَلَا شَرِيكَ
شَهْرَهَا يَسُورُهُ اَلْعِيَانُ عَ،

کوربت نے قرار دے خدا تعالیٰ کو حضور کر۔
اللہ وحده لا شریک له کے سوا بر شے کی عادات اور اطاعت اور فرماں برداری کی عمما کی اور اغیار کے تمام بندھنوں اور عاقلوں کو توڑ کر ایک نظام مقرر کر دیا اور بتلا دیا کہ اس سے بہت کر کسی دوسری طرف رُخ نہ کرنا۔

إِتَّبِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَيْكُمْ مِّنْ رَبِّكُمْ
تَمَّلِّغُوا فِي الْأَرْضِ وَلَا تَمْحَاجُوا
وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلَيَاءَهُ
(اعراف: ۲۴)

یہی وہ اصل تعلیم تھی جس کی اشاعت کا است کو حکم دیا گیا۔

ادع إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحَكْمَةِ
وَالْعُوْنَعَلَقَهِ الْحُسْنَهِ وَجَاهِ لَهُمْ بِالْقُلُّ
هُوَ أَحْسَنُ طَرَائِقِ رَبِّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِهِنْ
صَدَّقَ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ عَلِمُ بِالْمُهَمَّهِينَ
(المدح: ۱۶)

بے راہ چلنے والوں کو۔

اور اپنی وہ شامراہ تختی جو اپ کے لئے اور آپ کے ہر پروگر کے لئے مقرر کی گئی۔
 کہہ دو یہ سے میرا استہ بُلَاتَمَّا بُولَ اللَّهُ
 کی طرف سمجھ بوجھ کر زمیں اور جتنے میرے
 تابع ہیں وہ سبھی، اور اللہ پاک ہے، اور
 میں شریک کرنے والوں میں نہیں ہوں
 اور اس سے بہتر کس کی بات بھوکھتی سے جو خدا
 کی طرف بُلَاتَے اور نیک عمل کرے اور کہے میں
 فرمائیں ۵ الحم سجدہ ۵ ع ۳۷
 پس اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی مخلوق کو بُلَانَا، بُشِّنَے ہوؤں کو راحق دکھانَا، مگر بُول کو برداشت
 کا راستہ دکھلانا سبھی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وظیفہ حیات اور آپ کا مقصد اصلی تھا اور اسی مقصد
 کی شفوف نما اور آبیاری کے لئے بزاروں سبھی اور رسول سبھے گئے۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ
 إِلَّا لِوَحْيَ إِلَيْهِ أَنَّهُ لِإِلَهٍ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا
 فَاعْبُدُونِ ۝ الْأَنْبَاءِ ۝ ۲۶

سبھی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طبیبہ اور دیگر آبیار کرام کے مقدس لمحات زندگی پر حب
 نظر والی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ سب کا مقصد اور لذتِ العین صرف ایک ہے اور
 وہ اللہ رب العالمین وحدہ لا شریک لہ کی ذات و صفات کا یقین کرنا، سبھی ایمان اور
 اسلام کا مفہوم ہے اور اسی لئے انسان کو دنیا میں بھیجا گیا، وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنََّ وَالْأَنْوَارَ
 إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝ یعنی ہم نے جنات اور انسان کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ بندہ بن کر زندگی
 بسر کریں۔ اب جب کہ مقصد زندگی واضح ہو گیا اور اصل مرخص اور اس کے معاملوں کی نویسیت
 معلوم ہو گئی تو طریق علاج کی تجویزیں زیادہ دشواری پیش نہ آئے گی اور اس نظریے کے ماتحت
 جو سبھی علاج کا طریقہ اختیار کیا جائے گا انشاء اللہ نافع اور سودمند ہو گا۔

ہم نے اپنی نارسا فہم کے مطالبی مسلمانوں کی فلاج و بسیوں کے لئے ایک نظام عمل تجویز
 کیا ہے جس کو فی الحیثیت اسلامی زندگی یا اسلاف کی زندگی کا نمونہ کہا جاسکتا ہے جس کا

اجمالی نقش آپ کی خدمت میں پیش ہے۔

سب سے اہم اور سب سیلی چیز یہ ہے کہ مسلمان تمام أغراض و مقاصد دینیوں سے قطع نظر کر کے اعلانِ کلمۃ اللہ اور اشاعت اسلام اور احکام خداوندی کے رواج اور سر بینزی کو اپن نصبِ العین بنادے اور اس بات کا پختہ عبد کرے کہ حق تعالیٰ کے سر حکم کو مانوں گا اور اس پر عمل کرنے کی گوشش کروں گا اور کبھی خداوند کریم کی نافرمانی ذکر دوں گا اور اس نصبِ العین کی تینیں میں کے لئے اس دستورِ عمل پر کار بند ہوں۔

(۱) **کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** کا صحیح الفاظ کے ساتھ یاد کرنا اور اس کے معنی اور مفہوم کو سمجھنا اور ذہن نشین کرنے کی گوشش کرنا اور اپنی پوری زندگی کو اس کے وافق بنانے کی فکر کرنا۔

(۲) نماز کا پایہ دینا، اس کے آداب و شرائط کا لحاظ رکھتے ہوئے خشوع اور خصوع کے ساتھ یاد کرنا اور ہر بڑکن میں خداوند کریم کی غفران و بزرگی اور یتیجادگی کا دھیان کرنا۔ غرض اس گوشش میں لیگے رہنا کہ نماز اس طرح ادا ہو جو اس ربِ العزیز کی بارگاہ ہی حاضری کے شایان شان ہو۔ ایسی نماز کی گوشش کرتا رہے اور حق تعالیٰ سے اس کی توفیق طلب کرے۔ اگر نماز کا طریقہ معلوم نہ ہو تو اس کو سمجھے اور نماز میں پڑھنے کی تمام چیزوں کو یاد کرے۔

(۳) قرآن کریم کے ساتھ وابستگی اور دل بھی پیدا کرنا، جس کے دو طریقے ہیں۔
الف) کچھ وقت روزانہ ادب و اختراع کے ساتھ معنی و مفہوم کا دھیان کرتے ہوئے تلاوت کرنا۔ اگر عالم نہ ہو اور معنی و مفہوم کو سمجھنے سے قاصر ہو تو بھی بغیر معنی سمجھے کلامِ زبانی کی تلاوت کرے، اور سمجھے کہ میری فلاج و بیپودا اسی میں مضمون ہے۔ شخص الفاظ کا پڑھنا بھی سعادتِ عظیمی سے اور موجب خیر و برکت سے اور اگر الفاظ بھی نہیں پڑھ سکتا تو تھوڑا وقت روزانہ قرآن مجید کی تعلیم میں صرف کرنا۔

(۴) اپنے بچوں اور اپنے مدد اور گاؤں کے رہکوں اور رہکیوں کی قرآن مجید اور مذہبی تعلیم کی فکر کرنا اور ہر کام پر اس کو مقدمہ رکھنا۔

(۵) کچھ وقت یادِ الحی اور ذکر و فکر میں گزارنا۔ پڑھنے کے لئے کوئی چیز کسی شیخ طریقت میشیں سُنت سے دریافت کرے ورنہ کلمہ سوم سبحان اللہ و الحمد لله و لا إله إلا الله و لا إله إلا الله اکبر دلائل حوال و لا قوۃ إلا بالله العلي العظيم اور دو دو استغفار کی تسبیح صبح اور ایک شام معنی کا دھیان کرتے ہوئے جی لگا کہ اطمیناً قلب کے ساتھ پڑھے۔ حدیث میں اس کی بڑی فضیلت

آئی ہے۔

⑤ ہر مسلمان کو اپنا بھائی سمجھنا، اس کے ساتھ ہمدردی اور عملگاری کا برداشت کرنا صفتِ اسلام کی وجہ سے اس کا ادب و احترام کرنا۔ ایسی باتوں سے بچنا جو کسی مسلمان بھائی کی تکلیف و اذیت کا باعث ہوں۔

ان باتوں کا خود بھی پابند بنے اور کوشش کرے کہ ہر مسلمان ان کا پابند بن جائے جس کا طریقہ یہ ہے کہ خود بھی اپنا کچھ وقت دین کی خدمت کے لئے فارغ نکرے اور دوسروں کو بھی ترغیب دے کر دین کی خدمت اور اشاعتِ اسلام کے لئے آمادہ کرے۔ جس دین کی اشاعت کے لئے انبیاء کرام نے مشقتیں برداشت کیں طرح طرح کے مصائب میں مبتلا ہوتے صاحبِ کرام خواجہ اور بمارے اسلاف نے اپنی عمروں کو اس میں صرف کیا اور اس کی خاطر را ہ خدامیں اپنی جانوں کو قربان کیا اس دین کی تزویج اور بقا کے لئے تھوڑا وقت نہ نکالنا بڑی بُنصیبی اور خسران ہے اور یہی وہ اہم فرضیہ ہے جس کو چھوڑ دینے کی وجہ سے آج ہم تباہ و برباد ہو رہے ہیں۔

پہلے مسلمان ہونے کا مفہوم یہ سمجھا جاتا تھا کہ اپنا جان و مال، عزت و آبرو اشاعتِ اسلام اور ان غلابِ کلمۃ اللہ کی راہ میں ضرف کرے اور جو شخص اس میں کوتا ہی کرتا تھا وہ ہذا دان سمجھا جاتا تھا۔ لیکن افسوس کہ آج ہم مسلمان کہلاتے ہیں اور دین کی باتوں کو اپنی آنکھوں سے مُمٹا پوادیکھ رہے ہیں، پھر بھی اس دین کی تزویج اور بقا کے لئے کوشش کرنے سے گزر زکر تے ہیں، بخڑض ان غلابِ کلمۃ اللہ اور اشاعتِ دین میں جو مسلمان کا مقصد زندگی اور اصلی کا ممتحنا اور جس کے ساتھ ہماری دولوں جہان کی فلاح و ترقی والستہ تھی اور جس کو چھوڑ کر آج ہم ذلیل و خوار ہو رہے ہیں، اب پھر ہمیں اپنے اصلی مقصد کو اخذ کرنا چاہئے اور اس کا ممکنہ جزو و زندگی اور حقیقی مشغلہ بنانا چاہیتے تاکہ پھر رحمت خداوندی جوش میں آؤے اور ہمیں دنیا اور آخرت کی سُخ روتی اور شادابی نصیب ہو۔ اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ اپنا تماں کا رو بار چھوڑ کر بالکل اس کا ممکنہ لگ جائے، بلکہ مقصد یہ ہے کہ جیسا اور دُنیوی صوریات انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہیں اور ان کو انجم دیا جاتا ہے، اس کا ممکنہ کوئی ضروری اور اہم سمجھ کر اس کے واسطے وقت نکالا جائے جب چند آدمی اس مقصد کے لئے تیار ہو جائیں تو یہ فتنہ میں چند گھنٹے اپنے محلے، اور مہینہ میں تین دن قرب و جوار کے موضعات میں، اور سال میں

ایک چار دور کے مواقف نے میں اس کام کو کریں اور گوشش کریں کہ ہر مسلمان امیر ہو یا غیر تاجر ہو یا ملازم، زمیندار ہو یا کاشتکار، عالم ہو یا جاں، اس کام میں شرکیں ہو جائے اور ان امور کا پابند بن جائے۔

کام کرنے کا طریقہ اپنے میں سے ایک شخص کو امیر بنانے اور پھر سب مسجد میں جمع ہوں اور وضو کر کے دو رکعت لفٹ ادا کریں (بشرطیہ وقت مکروہ نہ ہو) بعد نماز مل کر حق تعالیٰ کی بارگاہ میں انجام کریں اور اصرت و کامیابی اور تائید خداوندی اور توفیق الہی کو طلب کریں اور اپنے ثبات اور اشتیعہ تعالیٰ کی دعائیں دعا کے بعد سکون و وقار کئے ساختہ آہستہ آہستہ حق تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوتے روانہ ہوں اور فضول بات نہ کریں جب اس جگہ پہنچیں جہاں تبلیغ کرنی سے تو پھر سب مل کر حق تعالیٰ سے دعائیں اور کامِ محظیہ یا گاؤں میں گشت کر کے لوگوں کو جمع کریں اول ان کو نماز پڑھوائیں اور پھر ان امور کی پابندی کا عہد لیں اور اس طریقہ پر کام کرنے کے نئے آمادہ کریں اور ان لوگوں کے ہمراہ گھروں کے دروازوں پر جا کر عورتوں سے بھی نماز پڑھوائیں اور ان کی پابندی کی تائید کریں جو لوگ اس کام کو کرنے کے نئے تیار ہو جائیں ان کی ایک جماعت بنادی جائے اور ان میں سے ایک شخص کو ان کا امیر مقرر کر دیا جائے اور اپنی نجراں میں ان سے کام شروع کر دیا جائے اور پھر ان کے کام کی نجراں کی جائے۔ بر تبلیغ کرنے والے کو چاہیئے کہ اپنے امیر کی اطاعت کرے اور امیر کو چاہیئے کہ اپنے ساختیوں کی خدمت گذاری اور راحت رسائی بہت افزائی اور ہمدردی میں کمی نہ کرے اور قابل مشورہ باتوں میں سب سے مشورہ لے کر اس کے موافق عمل کرے۔

تبلیغ کے آداب

یہ کام حق تعالیٰ کی ایک اہم عبادت اور سعادتِ عظمی ہے اور انہیں کرامہ کی نیابت سے کام جس قدر بڑا ہوتا ہے اسی قدر آداب کو چاہتا ہے۔ اس کام سے مقصد دوسروں کی ہدایت نہیں بلکہ خود اپنی صلاح اور عبدیت کا اظہار اور حکم خداوندی کی بجا آوری اور حق تعالیٰ کی رضا جوئی ہے لیں چاہیئے کہ امورِ مشورہ جو کوئی طرح ذہن نہیں کرے اور ان کی پابندی کرے

- ① اپنا تمام خرچ کھانے پینے نکرای وغیرہ کا حصہ الوسع خود برداشت کرے اور اگر گنجائش اور وسعت ہو تو اپنے نادر ساتھیوں پر بھی خرچ کرے۔
- ② اپنے ساتھیوں اور اس مقدمہ کام کرنے والوں کی خدمت گزاری اور ہمت افزائی کو اپنی سعادت سمجھے اور ان کے ادب و احترام میں کمی نہ کرے۔
- ③ عام مسلمانوں کے ساتھ نہایت تواضع اور ایکسا ری کا برداشت کرے۔ بات کرنے میں زرم لچک اور خوشامد کا پہلو اختیار کرے۔ کسی مسلمان کو تھارت اور لفڑت کی نظر سے نہ دیکھے یا شخص علماء دین کی عزت و عظمت میں کوتاہی نہ کرے جس طرح ہم پر قرآن و حدیث کی عزت و عظمت ادب و احترام داجب اور ضروری ہے اسی طرح ان مقدمہ ساتھیوں کی عزت و عظمت ادب و احترام بھی ضروری ہے جن کو خدا تعالیٰ نے اپنی اس نعمت عظیمی سے سرفراز فرمایا علماء حق کی توبین دین کی توہین کے مُراد ف سے، جو خدا کے غیظ و غضب کا موجب ہے۔
- ④ فرصت کے خالی و قتوں کو بجا تے محبوط، غیبت، لڑائی، فاد، کھیل تماشے کے مذہبی کتابوں کے پڑھنے اور مذہب کے پائندہ لوگوں کے پاس میٹھے میں گزارے جس سے خدا اور رسول کی باتیں معلوم ہوں بخصوصاً ایام تبلیغ میں فضول بالوں اور فضول کاموں سے بچے اور پنے فارغ اوقات کو یادِ الہی اور ذکر و فکر اور درود و استغفار اور تعلیم و تعلم میں گزارے۔
- ⑤ جائز طریقوں سے حلال روزی حصل کرے اور کفایت شعراً کے ساتھ اس کو خرچ کرے اور اپنے اہل و عیال اور دیگر اقرباء کے شرعی حقوق کو واکرے۔
- ⑥ کسی زراعی مسئلہ اور فروعی بات کو نہ چھپرے بلکہ صرف اصل توحید کی طرف دعوت دے، اور اکاں اسلام کی تبلیغ کرے۔
- ⑦ اپنے تمام افعال و اقوال کو خلوص نیت کے ساتھ مزین اور آرائست کرے کہ اخلاص کے ساتھ تھوڑا عمل بھی موجب خیر و برکت اور باعث ثمرات حسن ہوتا ہے اور بغیر اخلاص کے نہ دنیا بھی میں کوئی شرف نکلتا ہے نہ آخرت میں اجر و ثواب ملتا ہے حضرت معاذ کو حب بنی کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میں کا حاکم بناؤ کر بھیجا تو انہوں نے درخواست کی کہ مجھے نصیحت کیجئے بحضور اقدس نے ارشاد فرمایا کہ دین کے کاموں میں اخلاص کا اہتمام رکھنا کہ اخلاص کے ساتھ رکھوڑا عمل بھی کافی ہے۔
- ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ "حق تعالیٰ شذ اعمال میں سے صرف اسی عمل کو قبول

فرماتے ہیں جو خاص ایجنس کے لئے کیا گیا ہو۔ دوسری جگہ ارشاد ہے: "حق تعالیٰ شانِ تھماری صورتوں اور تھمارے مال کو نہیں دیکھتے بلکہ تمہارے قلوب اور تھمارے اعمال کو دیکھتے ہیں۔" پس سب سے ابھم اور اصل شے یہ ہے کہ اس کام کو خلوص کے ساتھ کیا جاتے ریا و نمود کو اس میں دخل نہ ہو جس قدر اخلاص ہو گا اسی قدر کام میں ترقی اور سرہنگی ہو گی۔ اس دُستِ توراً عَلَى کا مختصر خاراً آپ کے سامنے آگا اور اس کی ضرورت اور آہمیت پر بھی کافی روشنی پڑ گئی۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ موجودہ کشمکش اور اضطراب و بے چینی میں یہ طریقہ کارس حد تک ہماری رہبری کر سکتا ہے؟ اور کہاں تک ہماری مشکلات کو دور کر سکتا ہے؟ اس کے لئے پھر ہمیں قرآن کریم کی طرف رجوع کرنا ہو گا۔ قرآن کریم نے ہماری اس چدرو ٹھہر کو ایک سودمند تجارت سے تجیر کیا ہے اور اس کی جانب اس طرح رغبت دلاتی ہے۔

لے ایمان والوں کیا میں تم کو ایسی سوداگری

بناوں جو تم کو ایک دردناک عذاب سے

بچاتے۔ تم لوگ اللہ اور اس کے رسول پر

ایمان لاو اور اللہ کی راہ میں تم اپنے مال و

جان سے جہاد کرو۔ یہ تھارے لئے بہت بھی

بہتر ہے اگر تم کچھ سمجھ رکھتے ہو۔ اللہ تعالیٰ

تمھارے گناہ معاف کر دے گا اور تم کو یہے

باغوں میں واخن کرے گا جن کے پیچے نہیں

جاری ہوں گی اور عمدہ مکانوں میں جو

ہمیشہ رہنے کے باغوں میں ہوں گے یہ بھی

قریبیح وَ أَبْيَهُ الْمُؤْمِنِينَ (صفیع)

کامیابی ہے اور ایک اور بھی ہے کہ تم اس

کو اپندازتے ہو۔ اللہ کی طرف سے مد اور جلد فتح یابی۔ اور آپ مؤمنین کو بشارت دے دیجئے

اس آیت میں ایک تجارت کا ذکر ہے جس کا پہلا نمرہ یہ ہے کہ وہ غاذِ اللہ سے نجات

دلانے والی ہے۔ وہ تجارت یہ ہے کہ ہم خدا اور اس کے رسول پر ایمان لاویں اور خدا کی راہ میں

اپنے جان و مال کے ساتھ جہاد کریں۔ یہ وہ کام ہے جو ہمارے لئے سراسر خیر ہے۔ اگر ہم میں

کچھ بھی عقل و فہم ہو۔ اس عمومی کام پر ہمیں کیا ممانع ملے گا۔ ہماری تمام الغرضوں اور کوئی نہیں ہوں

يَا يَهُهَا الَّذِينَ أَمْنَوْا هَذَا دُلَّتْهُمْ

عَلَيْهِ تِجَارَةٌ شَنِيعِكُمْ مِنْ عَذَابٍ

إِلَيْهِمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ

وَتُجَاهِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْرِهِمْ

وَأَنْفَكُمْ مَا ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنَّ كُنُوكُمْ

لَعْنُوْنَ لَيْغَنِرُوكِمْ ذَلِكُمْ وَدَعْلَمُكِمْ

جَنَثِتْ تَجَرِحُونَ مِنْ تَحْتِهَا الْأَلْهَمُ

وَمَا كَنَ طَيْبَهُ فِي جَنَثِتْ عَذَابٍ

ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ وَآخْرَى

تَجْبُونُهَا نَصْرٌ مِنَ اللَّهِ وَ فَتْحٌ

قَرِيبُكِمْ وَ أَبْيَهُ الْمُؤْمِنِينَ (صفیع)

کو ایک دم معاف کر دیا جاتے گا اور آخرت میں بڑی بڑی نعمتوں سے سرفراز کیا جاتے گا۔ یہی بہت بڑی کامیابی اور سرفرازی ہے مگر اس پر بس نہیں بلکہ ہماری چاہتی چیز بھی ہمیں دے دی جائے گی اور وہ دنیا کی سرسری اور نصرت و کامیابی اور دمنوں پر غاصبِ حکمرانی ہے۔ حق تعالیٰ نے ہم سے دو چیزوں کا مطلبہ کیا۔ اول یہ کہ ہم خدا اور اس کے رسول پر ایمان لاویں دوسرے یہ کہ اپنے جان، مال سے خدا کی راہ میں جہاد کریں اور اس کے بدے میں دو چیزوں کی ہم سے ضمانت کی۔ آخرت میں جنت اور ابدی چین اور راحت اور دنیا میں نصرت و کامیابی پہلی چیز جو ہم سے مطلوب ہے وہ ایمان ہے۔ ظاہر ہے کہ ہمارے اس طبقی کا منشائی بھی یہی ہے کہ ہمیں یقینی ایمان کی دولت نصیب ہو۔ دوسری چیز جو ہم سے مطلوب ہے وہ جہاد ہے۔ جہاد کی اصل اگرچہ کفار کے ساتھ جنگ اور مقابلہ ہے مگر وہ حقیقت جہاد کا منشائی بھی اعلان گکہ اللہ اور حکماً خداوند کی کافی اور اجر ہے اور یہی ہماری تحریک کا مقصد اصلی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ جیسا کہ مرنسے کے بعد کی زندگی کی خوشگوار ہونا اور جنت کی نعمتوں سے سرفراز ہونا، خدا اور رسول پر ایمان لانے اور اس کی راہ میں چڑو چہد کرنے پر موقوف ہے۔ ایسا ہی دنیاوی زندگی کی خوشگواری اور دنیا کی نعمتوں سے منشف ہونا بھی اس پر موقوف ہے کہ ہم خدا اور رسول پر ایمان لاویں اور اپنی تمام جدوجہد کو اس کی راہ میں صرف کریں۔

اور جب ہم اس کام کو انجام دے لیں گے یعنی خدا اور رسول پر ایمان لے آؤں گے اور اس کی راہ میں چڑو چہد کر کے اپنے آپ کو اعمال صالح سے آسانی بنالیں گے تو چھرہم روئے زمین کی بادشاہت اور خلافت کے میخ موجاں گے اور سلطنت و حکومت ہمیں دے دی جائے گی۔

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ أَمْنَوْا وَنَمْكُ وَعَمِلُوا
الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ
كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ
وَلَيَمْكِنَنَّ لَهُمْ دِينُهُمُ الَّذِي
أُرْضَى لَهُمْ وَلَيُمْدَدَ لَهُمْ مِنْ بَعْدِ
خَرْفَهُمْ أَمَّا مَا يَعْبُدُونَ فَإِنَّمَا
يُنْهَا شَيْئًا وَمَا يَنْهَا كُوَشِرٌ

اور ان کے اس خوف کے بعد اس کو امن سے بدل دے گا اپنے طبیعی بندگی کرتے رہیں اور میرے ساتھ کسی کو شرکیت کریں۔

اس آیت میں تمام امت سے وعدہ ہے ایمان و عمل صالح پر حکومت دینے کا، جس کا نہ ہو عہدِ بنوی گی سے شروع ہو کر خلافت راستہ تک مُتَصَلِّمٌ نہ تھا۔ چنانچہ جزیرہ عرب آٹ کے زمانے میں اور دیگر ممالک زمانہ خلفاء راشدین میں فتح ہو گئے، اور بعد میں بھی وقتاً فوقتاً گواہصال نہ ہوا، دوسرے صلحاءِ ملک و خلفاء کے حق میں اس وعدہ کا نہ ہو تھا اور اینہ بھی ہوتا ہے گا جیسا کہ دوسری آیت میں ہے۔ ان جزب اللہ ہمُ الغالبون^۵ دنخود (بیان القرآن)

پس معلوم ہوا کہ اس دنیا میں چین و راحت اور اطمینان و سکون اور عزت و آبرو کی زندگی
بس کرنے کی اس کے علاوہ کوئی صورت نہیں کہ تم اس طریق پر ضبوطی کے ساتھ کاربند ہوں اور
اپنی اجتماعی اور اقتصادی سر قسم کی قوت اس مقصد کی تکمیل کے لئے وقف کریں۔

وَاعْتَصُمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جِيعَانًا لَا فَرْقَنَا (آل عمران)

ایک مختصر "نظامِ عمل" ہے جو درحقیقت اسلامی زندگی اور اسلام کی زندگی کا نمونہ ہے۔ ملک میوات میں ایک عرصہ سے اس طرز پر کام کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے اور اس ناتمام کوشش کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ قوم روز بروز ترقی کرنی جا رہی ہے۔ اس کام کے وہ برکات و شرائط اس قوم میں مشابہہ کرنے گئے جو دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اگر تمام مسلمان اجتماعی طور پر اس طریق زندگی کو اختیار کر لیں تو حق تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ ان کی تمام مصائب اور مشکلات دُور ہو جائیں گی اور وہ عزت و آبرو اور اطمینان و سکون کی زندگی پالیں گے اور اپنے کھوئے ہوئے دمبارے اور فقار کو ہر حال کر لیں گے۔ وَاللَّهُ أَعْزَزُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ (منافقون)
ہر چند میں نے اپنے مقصد کو شُلجنے کی کوشش کی لیکن یہ چند تجاویز کا مجموعہ نہیں، بلکہ یہ اعلیٰ نظام کا فاکر ہے جس کو اللہ کا برگزیدہ بندہ اسیدی و ولائی خندومی و مخدوم العالم حضرت مولانا محمد ایاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ، لے کر کھڑا ہوا اور اپنی زندگی کو اس مقدس کام کے لئے وقف کیا۔ اس نے آپ کے لئے ضروری ہے کہ آپ ان بے ربط سطور کے پڑھنے اور دیکھنے پر ہرگز اکتفا نہ کریں بلکہ اس کام کو سیکھیں اور اس نظام کا عملی نمونہ دیکھ کر اس سے سبق حاصل کریں اور اپنی زندگی کو اس ساچنے میں ڈھانے کی کوشش کریں، اسی جانب مُتَوَجِّہ کرنا میرا مقصود ہے اور اب۔

میری قسمت سے الہی پائیں یہ زنجیب قبول پھول کچھ میں نے چھنے ہیں ان کے دامن کیلئے
وَأَخْرَذْعُونَا إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِهِ مُحَمَّدٍ وَ
اللَّهُ وَآنَّهَا بِهِ أَجْمَعِينَ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَسُلْطَانِ الْعَالَمِينَ

مُسْلِمَانُوں کی مَوْجُودَة

شَكَّا اَعْلَاجٍ پَىْ وَاحِدَانٍ

حضرت مولانا محمد احتشام احسان صاحب کاندھلوی
مُؤْتَبِثٌ

ناشر
جگہ نز فیضی اکادمی